مارکسزم کے بارے میں

کارل مارکس کی تعلیمات

Aseem Library
RAJANA

GULAB BAPAR LIBRARY
MUHRO MARI KARAMPUR

لینن

مکتبہ دانیال

مارکسزم کے بارے میں

کارل مارکس کی تعلیمات

GULAB BAPAR LIBRARY
MUHRO MARI KARAMPUR

از

لینن

seem Library
RAJANA

مکتبۂ دانیال - عبداللہ ہارون روڈ
کراچی

قیمت

کتب پرنٹرز اینڈ پبلشرز لمیٹڈ
محمد علی جناح روڈ کراچی ۲

Aseem 3/73 10

حالات زندگی

تعلیم

کارل مارکس ۵ مئی ۱۸۱۸ء کو پرشیا کے شہر ٹرائر میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ یہودی وکیل تھا جس نے ۱۸۲۴ء میں پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کر لیا۔ یہ کھاتے پیتے اور مہذب لوگ تھے لیکن انقلابی نہ تھے۔ ٹرائر کے ہائی اسکول سے کامیاب ہو کر مارکس یونیورسٹی میں داخل ہو گیا۔ پہلے بون اور اس کے بعد برلن میں قانون کی تعلیم حاصل کی اور تاریخ و فلسفے میں کامیاب ہوا۔ اس نے ۱۸۴۱ء میں یونیورسٹی کی تعلیم پوری کی اور اپیکیورس کے فلسفے پر اپنا مقالہ پیش کیا۔ اس زمانے میں مارکس ہیگلی عینیت پسند تھا۔ برلن میں اس کا تعلق "یساری ہیگلیوں (HEGEL) سے تھا۔ جن میں برونو باؤر اور دوسرے لوگ شامل تھے۔ یہ لوگ ہیگل کے فلسفے سے مادیت پسند اور انقلابی نتائج نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔

ڈگری لینے کے بعد مارکس بون چلا گیا۔ اسے توقع تھی کہ وہاں جا کر پروفیسر بن جائے گا۔ لیکن حکومت کے رجعت پسندانہ مسلک کی وجہ سے، جس کے باعث لڈوگ فائر باخ کو ۱۸۳۲ء میں اپنی کرسی سے محروم ہونا پڑا تھا اسے ۱۸۳۶ء میں یونیورسٹی میں واپس آکر شریک ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا گیا۔ اسی طرح ۱۸۴۱ء میں نوجوان پروفیسر برونو باؤر کو بون میں لیکچر دینے سے روک دیا گیا جس کے باعث مارکس نے عملی اور تعلیمی خدمت کا خیال ترک کر دیا۔ اس زمانے میں جرمنی میں یساری ہیگلیائی خیالات تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ لڈوگ فائر باخ نے خصوصیت سے ۱۸۳۶ء میں الہیات پر تنقیدیں شروع کیں اور مادیت کی طرف متوجہ ہوا جس نے ۱۸۴۱ء میں اس کے فلسفہ میں فوقیت حاصل

کرلی۔ مثلاً اس کی کتاب (روحِ مسیحیت)۔ ۱۸۴۳ء میں اس کی کتاب "مستقبل کے اصولِ فلسفہ" شائع ہوئی۔

صحافت

اس کے بعد ہی اینگلز نے فائرباخ کی ان کتابوں کے بارے میں لکھا کہ "ان تحریروں کے باعث جو آزاد خیالی پیدا ہوئی ہے اس کے اثرات لوگوں نے محسوس کئے ہوں گے۔ ہم سب (بیساری ہگیلی بشمول مارکس) فوراً ہی فائرباخ کے ہم خیال ہوگئے۔" اسی زمانے میں چند انتہا پسند بورژوا اشخاص (اونچے طبقے کے) نے جو رائن لینڈ میں بیساری ہگیلیوں سے تعلق رکھتے تھے کولون میں حکومت کا مخالف اخبار "رائنش زائٹنگ" نکالا۔ اس کی پہلی اشاعت یکم جنوری ۱۸۴۲ء کو ہوئی۔ مارکس اور برونو باؤر سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس کے خصوصی مضمون نگار رہیں۔ اکتوبر ۱۸۴۲ء میں مارکس اس اخبار کا مدیرِ اعلیٰ بن کر بون سے کولون چلا گیا۔ مارکس کی ادارت کے زمانے میں اخبار کا انقلابی عوامی رجحان نمایاں تر ہوتا گیا۔ حکومت نے پہلے تو دو دو اور پھر تین تین بار سنسر مسلط کیا اور آخرکار یکم جنوری ۱۸۴۳ء کو اسے بند کر دینے کا فیصلہ کر دیا۔ مارکس کو اس تاریخ سے پہلے ہی استعفیٰ دینا تھا لیکن اس کے استعفیٰ پر بھی اخبار بچ نہ سکا اور مارچ ۱۸۴۳ء سے اس کی اشاعت بند ہوگئی۔

مارکس نے رائنش زائٹنگ میں جو اہم مضامین لکھے ان کے بارے میں اینگلز کا بیان ہے کہ ان کے علاوہ ایک مضمون "وادی موزل میں انگور کے کاشتکاروں کے حالات" پر تھا۔ مارکس کی صحافتی مصروفیتوں نے اسے یقین دلا دیا کہ ابھی وہ اقتصادیات سے پورے طور پر واقف نہیں اس لئے اس نے نہایت جوش سے اس کا مطالعہ شروع کر دیا۔

شادی

۱۸۴۳ء میں مارکس نے کرائزناخ میں جینی فان وسٹ فالن سے شادی کر لی۔ وہ اس کی بچپن کی دوست تھی اور طالب علمی ہی کے زمانے میں ان کی نسبت ہو چکی تھی۔ جینی کا تعلق پرشیائی امراء کے ایک رجعت پسند خاندان سے تھا اور اس

کا بھائی ایک انتہائی رجعت پسندانہ دور (۱۸۵۰ - ۱۸۵۸) میں پرشیا کا وزیر داخلہ رہا۔

اڈیٹری

۱۸۴۳ء کے موسم خزاں میں مارکس پیرس گیا جہاں سے وہ ایک انتہا پسند مجلہ آرنلڈ روژ (۱۸۰۲ - ۱۸۸۰، بیماری تکیلی، ۱۸۲۵ء تا ۱۸۳۰ء قید میں رہا، ۱۸۴۸ء اسکے بعد سیاسی جلا وطن اور ۱۸۶۶ - ۱۸۷۰ میں بیمار کی رہا) کے ساتھ نکالنا چاہتا تھا۔ اس مجلہ کا صرف ایک ہی شمارہ نکلا اور اس کی اشاعت بند ہوگئی جس کا سبب خفیہ طور پر جرمنی میں تقسیم کی مشکلات بھی تھیں اور روژ سے اختلافات بھی۔ اس مجلہ میں مارکس کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس وقت ایسا انقلابی بن چکا تھا جو "ہر چیز پر بے رحمی سے تنقید کا حامی تھا۔ خصوصاً اسلحہ پر تنقید کا"۔ اس وقت وہ راست عوام اور پرولتاریہ کو مخاطب کرتا تھا۔

اینگلز سے دوستی

ستمبر ۱۸۴۴ء میں فریڈرک اینگلز چند روز کے لئے پیرس آیا اور اس وقت سے مارکس اور اینگلز ایک دوسرے کے نہایت قریبی دوست ہوگئے۔ انہوں نے پیرس کے انقلابی گروہوں کی پرجوش زندگی میں جوش و خروش سے عملی حصہ لیا۔ اس زمانے میں پرودون (PROUDHON) کے نظریہ کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ مارکس نے "فلسفہ کی کم مائیگی" لکھ کر ۱۸۴۷ء میں اس نظریے کے چیتھڑے اڑا دیئے اور دونوں نے پٹی (PETTY) بورژوا[1] سوشلزم کے مختلف تصورات پر شدید حملے کئے اور انقلابی پرولتاری سوشلزم یا کمیونزم (مارکسزم) کا نظریہ بنایا اور مخالفوں سے مقابلے کی تدبیریں سوچیں۔

کمیونسٹ مینی فسٹو

۱۸۴۵ء میں مارکس پرشیائی حکومت کے بار بار درخواست کرنے پر حکومت کے حکم سے خطرناک انقلابی ہونیکی بنا پر پیرس چھوڑنا پڑا۔ ۱۸۴۷ء میں مارکس اور اینگلز ایک خفیہ پروپیگنڈا سوسائٹی میں شریک ہوئے جس کا

---

1. PETTY BOURGEOIS پٹی بورژوا۔

نام کمیونسٹ لیگ تھا۔ انہوں نے لیگ کی دوسری کانگریس (لندن۔ نومبر ۱۸۴۷ء) میں نمایاں حصہ لیا۔ اس کانگریس کے ایماء پر انہوں نے مشہور کمیونسٹ مینی فسٹو تیار کیا جو فروری ۱۸۴۹ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں نہایت اعلیٰ اختراعی قابلیت کے ساتھ ایک نئی دنیا کے تصور کا خاکہ پیش کیا گیا ہے جو مادیت پر مبنی اور سماجی زندگی پر حاوی ہے۔ ساتھ ہی بتایا گیا ہے کہ جدلیت انسانی ترقی کی وسیع ترین اور اعلیٰ ترین شکل ہے۔ اس میں طبقہ داری جنگ کا نظریہ اور عالمی تاریخ میں پرولتاریہ کا انقلابی حصہ بتایا گیا ہے جو ایک نئے کمیونسٹ معاشرے کی خالق ہے۔

کشمکش کی زندگی

فروری ۱۸۴۸ء میں انقلاب شروع ہونے پر مارکس کو بلجیم سے نکال دیا گیا۔ وہ پیرس واپس گیا۔ پھر مارچ کے انقلاب کے بعد کولون (جرمنی) پہنچا جہاں سے نیو رائنش زائی تنگ یکم جون ۱۸۴۸ء سے ۱۹ مئی ۱۸۴۹ء تک شائع ہوتا رہا۔ مارکس اس کا مدیر اعلیٰ تھا۔ ۱۸۴۸ء۔ ۱۸۴۹ء کے درمیان جو انقلابی واقعات پیش آئے ان سے نئے نظریے کی پوری تائید ہوئی جس طرح بعد میں دنیا کے تمام ملکوں میں پرولتاری اور جمہوری تحریکوں نے ان کی تصدیق کی۔ مخالف انقلاب جماعت نے جو کامیاب ہو گئی تھی پہلے تو مارکس پر عدالت میں مقدمہ چلوایا (اسے ۹ فروری ۱۸۴۹ء کو بری کر دیا گیا) پھر ۱۶ مئی ۱۸۴۹ء کو جرمنی سے نکلوا دیا۔ مارکس پیرس چلا گیا لیکن ۱۳ جون ۱۸۴۹ء کا مظاہرہ ہونے پر یہاں سے بھی خارج البلد کیا گیا۔ اب وہ لندن گیا جہاں اس نے اپنی باقی تمام زندگی گزار دی۔

لندن میں

سیاسی جلاوطن کی حیثیت سے اس کی زندگی بڑی تکلیفوں اور پریشانیوں میں گزری۔ مارکس اور اینگلز کی خط و کتابت سے (جو ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ مارکس اور اس کی بیوی جینی نے بڑی غربت اور افلاس کی زندگی گزاری۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس وقت اینگلز سے مسلسل اور بے غرضانہ مالی مدد نہ ملتی تو مارکس نہ صرف اپنی کتاب "سرمایہ" مکمل نہ کر سکتا بلکہ آخر کار ضروریات کے بوجھ

سے دب کر ختم ہو جاتا۔

علاوہ ازیں اس زمانے میں چھوٹی سرمایہ دارانہ اشتراکیت پٹی بورژوا سوشلزم کے جو نظریے اور رجحانات پھیلے ہوئے تھے اور عام طور سے غیر پرولتاری سوشلزم کا جو زور تھا اس کی بنا پر مارکس کو مسلسل اور بے جگرانہ کشمکش کرنی پڑی۔ بعض اوقات تو اسے رکیک شخصی حملوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا تھا جو اس کی ذات پر نہایت وحشیانہ طور پر اور شدت سے کئے جا رہے تھے۔ مارکس نے سیاسی جلاوطنوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے مادیت پسند نظریہ کو ترقی دی جسے کئی تاریخی تصانیف میں پیش کیا۔ ساتھ ہی وہ اس زمانے میں اقتصادیات کا پورے انہماک سے مطالعہ بھی کرتا رہا۔ اس نے اس علم کو انقلابی شکل دیدی اور اپنی کتاب اقتصادیات کی تنقید (۱۸۵۹ء) اور کیپٹل یا سرمایہ (جلد اول ۱۸۶۷ء) میں پیش کیا۔

پہلی انٹرنیشنل

انیسویں صدی کے چھٹے دہے کے آخری برسوں اور ساتویں دہے میں عوامی تحریکوں کے احیا نے مارکس کو عملی کاموں کی طرف پھر متوجہ کیا۔ ۱۸۶۴ء (ستمبر ۲۸) میں پہلی انٹرنیشنل کا قیام لندن میں عمل میں آیا۔ یہ بین الاقوامی مزدوروں کی مشہور انجمن تھی۔ مارکس اس تنظیم کی روحِ رواں تھا۔ اس نے اس کا پہلا خطبہ لکھا اور متعدد قرار دادیں، اعلانات اور منشور تیار کئے۔ چونکہ مختلف ملکوں کی مزدور تحریکوں کو متحد کرنے میں، قبل مارکس سوشلزم کی غیر پرولتاری شکلوں (مازینی، پرودوں، باکونن، برطانیہ کی آزاد خیال ٹریڈ یونین تحریک اور جرمنی میں لاسالی یمینی جھکاؤ) کو ٹھونک پیٹ کر یکجا کرنا اور ان گروہوں اور طبقوں کے نظریات سے مقابلہ کرنا تھا اس لئے مارکس نے ایک طریقہ کار تجویز کیا کہ مختلف ملکوں میں محنت کش طبقہ کی پرولتاریہ کو

PROLETARIAT پرولتاریہ

اپنے مقاصد حل کرنے کے لئے کس طرح جدوجہد کرنی چاہیئے۔

پیرس کمیون کے خاتمے (۱۸۷۱ء) کو نظر کے سامنے رکھتے جس کا مارکس نے (فرانس کی خانہ جنگی ۱۸۷۱ء) نہایت واضح اور مؤثر اور انقلابی تجزیہ کیا تھا اور چونکہ انٹرنیشنل میں باکونن کے پیدا کئے ہوئے افتراق کے بعد موخرالذکر تنظیم انٹرنیشنل کی جنرل کونسل کو نیویارک منتقل کرا دیا۔ چونکہ پہلی انٹرنیشنل اپنا تاریخی کام کر چکی تھی اس لئے اب اس نے مزدور تحریک کی ترقی کیلئے ایک ایسے دور کا راستہ ہموار کیا جو دنیا کے تمام ملکوں میں آنے والا تھا۔ یہ ایک ایسا دور تھا جس میں مزدور تحریک نے وسعت حاصل کی اور مزدور سوشلسٹ پارٹیاں بڑے پیمانوں پر مختلف قومی مملکتوں میں قائم ہوگئیں۔

سخت جان لیوا محنت

انٹرنیشنل کے سلسلے میں مارکس کو بہت سخت کام کرنا پڑا تھا۔ نظریاتی کاموں میں مصروفیتیں اس سے بھی زیادہ جان لیوا تھیں اس لئے اس کی صحت بالکل تباہ ہوگئی۔ پھر بھی وہ اقتصادیات کو نئی شکل دینے میں مصروف رہا اور کیپٹل (سرمایہ) بھی لکھتا رہا۔ اس کتاب کیلئے اس نے بہت سا نیا مواد بھی جمع کر لیا اور کئی زبانیں (مثلاً روسی) بھی سیکھی تھیں۔ لیکن صحت کی خرابی کے باعث وہ کیپٹل کو مکمل نہ کر سکا۔

وفات

۲ دسمبر ۱۸۸۱ء کو اس کی بیوی کا انتقال ہوگیا جس کے بعد وہ خود بھی (۱۴ مارچ ۱۸۸۳ء) سکون کے ساتھ اپنی آرام کرسی پر بیٹھے بیٹھے دنیا سے گزر گیا۔ وہ اپنی بیوی کے قریب ہی لندن کے ہائی گیٹ قبرستان میں دفن ہے۔ مارکس کے بچوں میں سے بعض اپنی طفلی ہی میں لندن میں اس وقت فوت ہوئے جب یہ خاندان انتہائی غربت اور افلاس کے عالم میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ تین لڑکیوں کی شادیاں انگریز اور فرانسیسی سوشلسٹوں سے ہوئیں۔ ایلینور آویلنگ، لاورا لافارژ اور جینی لانگٹ۔ موخرالذکر کا بیٹا فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کا رکن ہے۔

Aseem Library
RAJANA.

مارکسی نظریہ

مارکسزم ایک نظام ہے جو مارکس کے خیالات اور تعلیمات پر مبنی ہے۔ مارکس ایک غیر معمولی ذہین انسان تھا جس نے انیسویں صدی کی تین نظریاتی رووں کو نہ صرف جاری رکھا بلکہ ان کو تکمیل کے مراحل سے گزار کر انتہا کو پہنچایا۔ یہ رویں تین انتہائی طاقت ور ملکوں میں چلی تھیں۔ ان میں سے ایک کلاسیکی جرمن فلسفہ، دوسری کلاسیکی انگریزی اقتصادیات اور آخری فرانسیسی سوشلزم تھی جو عمومی طور پر فرانسیسی انقلابی نظریہ سے مدغم ہو گئی۔ مارکس کے مخالف بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مارکس کے خیالات میں غیر معمولی ہم آہنگی اور ایمانداری ہے۔ وہ جدید مادیت اور جدید سائنٹیفک سوشلزم کا مجموعہ ہیں۔ چونکہ مہذب دنیا کے جملہ ملکوں میں محنت کش طبقہ کی تحریک کا نظریہ اور پروگرام ہمارے لئے یہ لازمی کر دیتا ہے کہ اس عالمی تصور کا ایک خاکہ یعنی مارکس کا معاشی نظریہ پہلے پیش کر دیں، اس لئے سب سے پہلے اس کے انہی خیالات کو پیش کیا جاتا ہے۔

فلسفیانہ مادیت

۱۸۴۴-۱۸۴۵ میں مارکس کے ان خیالات کی تشکیل ہوئی۔ چنانچہ اسی زمانے سے مارکس نے مادیت پسندی اختیار کی اور خاص طور سے لڈوگ فائرباخ کا پیرو ہو گیا۔ لیکن اس نے جلد ہی اس کی خامیوں کو دیکھ کر محسوس کیا کہ اس کی مادیت میں کافی طور پر ہم آہنگی اور وسعت نہیں ہے۔ مارکس کے خیال میں فائرباخ کی تاریخی اور "تاریخ ساز" اہمیت اس امر میں ہے کہ اس نے پورے یقین کے ساتھ ہیگل کی عینیت پسندی کو ترک کیا اور مادیت پسندی کا اعلان کر دیا جو اٹھارویں صدی اور خصوصاً فرانس میں نہ صرف اس زمانے کے سیاسی اداروں، نیز مذہب، الہیات اور ہر قسم کے مابعدالطبیعاتی تصورات (سنجیدہ فلسفہ کے مقابلے میں مدہوشانہ خیالی پلاؤ پکانا) کے خلاف اعلانِ جنگ تھا۔

مارکس نے لکھا کہ "ہیگل کے خیال میں" سوچنے کا عمل جسے "خیال" کے نام

سے وہ ایک علیحدہ مضمون کے تحت لاتا ہے، ڈیمی آرگوس (خالق یا بانی) ہے حقیقی دنیا کا - برخلاف اس کے میرے خیال میں "آئیڈیل" اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں جس کا عکس انسانی دماغ میں نظر آتا ہے اور خیالات کی شکل اختیار کرتا ہے" (سرمایہ) مارکس کے اس مادی فلسفے کی تائید میں اس کی تشریح کرتے ہوئے فریڈرک اینگلز نے اینٹی ڈوہرنگ میں لکھا کہ دنیا کی وحدت اس کے وجود میں نہیں۔ دنیا کی حقیقی وحدت اس کی مادیت میں ہے اور اس کا ثبوت فلسفہ اور نیچرل سائنس کی طویل اور تھکا دینے والی ترقی میں ملتا ہے۔" "حرکت مادے کے وجود کا ایک انداز ہے۔ دنیا میں حرکت کے بغیر مادے کا وجود کبھی اور کہیں نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے لیکن اگر یہ سوال کیا جائے کہ خیال اور شعور حقیقت میں کیا ہیں اور کہاں سے آتے ہیں تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسانی دماغ کی پیداوار ہیں اور خود انسان قدرت کی ایک پیداوار ہے جس نے اپنے ماحول کے ساتھ ترقی کی ہے۔ اس لئے خود اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ انسانی دماغ (جو آخری تجزیے میں خود بھی قدرت کی پیداوار ہے) کی پیداوار یں قدرت کے دوسرے تعلقات کی نفی نہیں کرتیں بلکہ ان کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔

ہیگل عینیت پسند تھا مطلب یہ کہ اس کے دماغ میں جو خیالات تھے، اس کے لئے، کم و بیش حقیقی اشیاء کی مجرد شکلیں نہ تھیں۔ بلکہ اس کے برخلاف اشیاء اور ان کا ارتقاء اس خیال کی حقیقی شکلیں بن گئی تھیں جو دنیا کے وجود سے پہلے کسی مقام پر موجود تھا۔" "لڈوگ فائر باخ" میں فائر باخ کے فلسفے پر اپنے اور مارکس کے خیالات، اپنی اور مارکس کی ایک مشترکہ تحریر کو پڑھنے اور اس پر نظر ثانی کرنے کے بعد، اینگلز نے ۱۸۴۴-۱۸۴۵ میں "ہیگل، فائر باخ اور تاریخ کا مادی تصور" میں لکھا کہ "جملہ فلسفہ کا عظیم بنیادی سوال ـــــ خصوصاً جدید تر فلسفے میں ـــــ فکر اور وجود کے درمیان تعلق کا ہے۔ نفس اور فطرت میں تعلق دراصل نفس یا فطرت ہے۔ فلسفیوں کے جوابوں نے

انہیں دو بڑے گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک وہ لوگ ہیں جو اس امر پر زور دیتے ہیں کہ نفس کو فطرت پر اولیت حاصل ہے چنانچہ اسی لئے کہتے ہیں کہ دنیا کی تخلیق کسی نہ کسی شکل میں ہوئی ہے۔ یہ لوگ عینیت پسند گروہ میں شامل ہیں۔ دوسرا گروہ فطرت کو اولیت دیتا ہے۔ اس کا تعلق مادیت پسندوں کے مختلف گروہوں سے ہے" ان کے علاوہ عینیت یا مادیت کا کوئی دوسرا تصور (فلسفہ کا) انتشار اور الجھنوں کی طرف لے جاتا ہے۔ مارکس نے نہ صرف عینیت پسندی کو کھلے طور پر رد کیا جسے کسی نہ کسی طرح مذہب سے مربوط کیا جاتا ہے بلکہ ان خیالات سے بھی جو ہمارے زمانے میں عام طور سے پھیلے ہوئے ہیں، یعنی ہیوم اور کانٹ کے خیالات، لاادریت، تنقید اور اثباتیت کی مختلف شکلیں۔ اس کے خیال میں فلسفہ ایک رجعت پسندانہ رعایت ہے عینیت پسندی کیلئے جس میں زیادہ سے زیادہ شرما حضوری کے طور پر مادیت کو دل میں قبول کر کے فقط دکھانے کیلئے دنیا کے سامنے انکار کیا جاتا ہے۔" اس سلسلے میں مارکس اور اینگلز کی متذکرہ بالا تحریروں کے علاوہ مارکس کا ایک خط ملاحظہ ہو جو اس نے ۱۲ دسمبر ۱۸۶۸ میں اینگلز کو لکھا تھا۔ اس خط میں اس نے تھامس ہکسلے کی ایک تقریر کا حوالہ دیا ہے۔ اس کا یہ بیان اس کے عام خیالات کے مقابلے میں" زیادہ مادیت پسندانہ" تھا جس میں اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ "جس وقت ہم صحیح معنی میں مشاہدہ کرتے ہیں یا سوچتے ہیں تو مادیت سے بچ کر نہیں نکل سکتے۔" مارکس نے ہکسلے کو اس بات پر قصوروار ٹھہرایا کہ اس نے لاادریت اور ہیومیت (ہیوم کے تصورات) کو بچ نکلنے کا ایک اور موقع دے دیا۔" ضرورت اس وقت تک اندھی ہوتی ہے جب تک اسے سمجھا نہیں جاتا۔ (اینگلز) اس کے معنی فطرت میں معروضی قوانین کے اصول کو تسلیم کرنا اور ضرورت کو آزادی کی منطقی شکل دینا ہے

مارکس اور اینگلز کا خیال تھا کہ پرانی "مادیت پسندی" (جس میں فائرباخ اور بعض دوسرے لوگوں کی مادیت پسندی شامل ہے) میں حسب ذیل خامیاں ہیں۔

۱۔ یہ مادیت پسندی "نمایاں طور پر میکانکی" ہے جس میں کمسٹری اور نباتیات کی جدید ترین ترقی کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ (آج کے دور میں مادے کے برقیاتی نظریے کو بھی شامل کرنا چاہیئے۔)

۲۔ قدیم مادیت پسندی غیر تاریخی اور غیر جدلیاتی (مابعدالطبیعاتی، غیر جدلیاتی کے مقابلے میں) بھی اور ترقیاتی نقطہ نظر سے نہ ہم آہنگی رکھتی تھی اور نہ وسعت۔

۳۔ وہ "نفسِ انسانیت" کو مجرد تصور کرتی تھی۔ سماجی تعلقات کا مجموعہ اور مرکب نہیں (ٹھوس اور تاریخی طور پر طے شدہ)۔ اس لئے وہ فلسفی دنیا کی صرف "تشریح" کرتے تھے حالانکہ مسئلہ اسے تبدیل کرنے کا تھا۔ مطلب یہ کہ وہ عملی انقلابی کارروائی کی اہمیت نہیں سمجھتے تھے۔

جدلیت

مارکس اور اینگلز جدلیت کو کلاسیکی جرمن فلسفہ کا عظیم ترین کارنامہ تصور کرتے تھے، کیونکہ ترقی کے اعتبار سے اس میں بڑی گہرائی بھی تھی اور گیرائی بھی۔ ان کا خیال تھا کہ اصولِ ترقی کی کوئی اور شکل یا ارتقاء کی کوئی کیفیت محض یک طرفہ بھی ہوتی ہے اور اس میں سمائی بھی کم ہوتی ہے نیز فطرت اور معاشرے کی ترقی کے عمل میں خرابیاں پیدا کرتی ہے جو بڑی تیزی سے شدید ہنگاموں اور انقلابوں کے ذریعہ عمل پذیر ہوتی ہیں۔

اینگلز کا بیان ہے کہ "مارکس اور میں تنہا ایسے لوگ تھے جو شعوری جدلیت کو عینیت کا شکار ہونے سے بچا رہے تھے۔ جس میں ہیگلیت بھی شامل ہے۔ ہم جدلیت کو فطرت کے مادی تصور پر منطبق کرتے تھے۔ فطرت جدلیت کا ثبوت ہے اور جدید علم فطرت کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اس نے ریڈیم، برقپاروں اور عناصر میں تغیر وغیرہ کی دریافت سے پہلے پرکھنے کے لئے نہایت کافی مواد پیش کیا (جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے) اور اس طرح اس امر کا ثبوت دیا ہے کہ آخری تجزیہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ فطرت

کا عمل جدلیاتی ہوتا ہے مابعد الطبیعاتی نہیں ہوتا۔"

اینگلز نے یہ بھی لکھا ہے کہ" یہ عظیم بنیادی خیال کہ دنیا کو بنی بنائی چیزوں کا مجموعہ نہیں بلکہ مختلف اعمال (PROCESSES) کا مجموعہ تصور کرنا چاہیئے جس میں اشیاء بظاہر اس طرح قائم نظر آتی ہیں جس طرح ہمارے دماغوں میں ذہنی اشکال اور تصورات کا ایک بے روک ٹوک سلسلہ ہے جو وجود میں آتے اور چلے جاتے ہیں۔ یہ عظیم بنیادی خیال خصوصاً ہیگل کے زمانے سے لوگوں کے شعور میں اس قدر سرایت کر گیا ہے کہ عام طور سے اس کی شاید ہی کوئی تردید کی جاتی ہو۔ لیکن اس بنیادی خیال کو الفاظ میں لکھنا اور تفصیل سے تحقیقات کے ہر شعبہ کی حقیقت پر منطبق کرنا، دو مختلف باتیں ہیں، کیونکہ جدلیاتی فلسفے میں کوئی چیز نہ آخری ہے نہ مطلق ہے اور نہ مقدس۔ اس سے ہر شے کا اور ہر شے میں عبوری خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹک سکتی سوا اس بے روک ٹوک عمل کے کہ ایک چیز وجود میں آتی ہے اور پھر گذر جاتی ہے یعنی پستی سے بلندی کی طرف لامتناہی سلسلہ جاری رہتا ہے اور جدلی فلسفہ خود بھی سوچنے والے دماغ میں اس عمل کے عکس کے سوا کچھ اور نہیں۔ اس طرح مارکس کے خیال کے بموجب "جدلیت بیرونی دنیا اور انسانی خیالات دونوں میں حرکت کے عام ضابطوں کے علم کا نام ہے۔"

مارکس نے ہیگل کے فلسفے کے اس انقلابی رُخ کو اختیار کر کے اسے ترقی دی اور کہا کہ "جدلی مادیت کو ایسے فلسفے کی ضرورت نہیں جو دوسرے علوم پر قائم ہو۔" پرانے فلسفوں میں سے صرف "علم خیال اور اس کے ضابطے ــــ عام منطق اور جدلیت باقی رہ جاتے ہیں۔" جدلیت میں، جیسا کہ مارکس نے ہیگل کی مطابقت میں سمجھا ہے، موجودہ نظریۂ[1] علمیات بھی شامل ہے۔ اس میں بھی موضوع کا مطالعہ تاریخی اعتبار

1. THEORY OF KNOWLED E

سے کرنا چاہیئے یعنی علم کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اس کا ارتقار کیسے ہوا اور بے علمی سے علم میں تبدیلی کیوں کر عمل میں آتی ہے؟

ہمارے زمانے میں ارتقار اور ترقی کا تصور سماجی شعور میں مکمل طور پر سرایت کر چکا ہے اگرچہ ہیگلی فلسفے کے ذریعہ نہیں بلکہ دوسرے طریقوں سے لیکن اس خیال میں، جسے ہیگلی فلسفہ کی بنیاد پر مارکس اور اینگلز نے پیش کیا ہے، ارتقار کے مروجہ خیال کے مقابلے میں کہیں زیادہ گہرائی اور گیرائی ہے۔ یہ ایسی ترقی ہے جو اس طرح دہرائی جاتی ہے جیسے ایسی منزلوں سے گذرنا جن سے ہم پہلے گذر چکے ہوں۔ جس کی تکرار مختلف طریقے سے ہو اور اعلیٰ بنیاد بھی (نفی کی نفی)۔ ایسی ترقی جو مخروطی شکل میں ہو، خط مستقیم میں نہ ہو لیکن ایسی ترقی کا جو ایک جست میں انقلابوں اور ہنگاموں سے ہو، "تسلسل ٹوٹ جاتا ہے" ___ کمیت کی کیفیت میں تبدیلی، ترقی کی طرف اندرونی طاقت، جو مختلف قوتوں اور رجحانات کے تضاد اور کشمکش کے ذریعے کسی جسم پر یا کسی خاص مظہر یا معاشرے میں عمل پذیر ہوتے ہیں ___ کسی خاص مظہر قدرت کی تمام صورتوں میں ایک دوسرے پر انحصار یا قریبی اور ناقابل شکست تعلق (تاریخ مسلسل نئی شکلیں نمایاں کرتی رہتی ہے) اور ایسا رشتہ جو حرکت کا یکساں اور عالمگیر عمل پیدا کرتا ہے، ایسا عمل جو مخصوص ضوابط پر کاربند ہوتا ہے ___ یہ چند خصوصیات ہیں اس جدلیات کی جو ترقی کے نظریے کے طور پر پیش کی جاتی ہے اور روایتی نظریئے کے مقابلے میں کہیں زیادہ خوبیوں سے مالا مال ہے۔ ملاحظہ ہو مارکس کا خط اینگلز کے نام مورخہ ۸ر جنوری ۱۹۶۸ء)

تاریخ کا مادّی تصور

مارکس نے جب پرانی مادیت پسندی کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں بے اصولی، تناقص اور ایک خامی ہے۔ اس نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ "معاشرے کے علم کو" مادّی بنیادوں سے ہم آہنگ

کر کے اس پر اسے نئے سرے سے تعمیر کیا جائے۔" چونکہ مادیت پسندی عام طور سے یہ بتاتی ہے کہ شعور نتیجہ ہے وجود کا۔ اس کے خلاف نہیں۔ اس لئے جب مادیت کا انطباق انسان کی سماجی زندگی پر کیا جائے تو یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ سماجی شعور نتیجہ ہے سماجی وجود کا ــــ مارکس لکھتا ہے کہ "ٹکنالوجی انسان کے فطرت سے نمٹنے کے طریقے کا انکشاف کرتی ہے، پیداوار کا طریقہ عمل جس سے انسان زندگی بسر کرتا اور اپنے سماجی تعلقات اور ان ذہنی تصورات کا بھی جو ان سے پھیلتے ہیں، نمایاں طور پر اظہار کرتا ہے۔"

"اقتصادیات کی تنقید" میں مارکس مادیت کے بنیادی اصولوں کو جس طرح وہ انسانی معاشرے اور تاریخ پر صادق آتے ہیں، ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔ "اپنی زندگی کی سماجی پیداوار میں، لوگ ایسے مخصوص تعلقات پیدا کر لیتے ہیں جو ناگزیر بھی ہیں اور ان کے ارادے سے بے نیاز بھی۔ یہ پیداوار تعلقات ان کی مادی پیداآور قوتوں کے ایک خاص درجے سے ہم آہنگ ہوتے ہیں۔"

"یہ پیداواری تعلقات کا مجموعہ اس معاشی ڈھانچے کی اصل بنیاد ہے جس پر قانونی اور سیاسی عمارت کھڑی ہوتی ہے اور جس سے سماجی شعور کی قطعی شکلیں مطابقت رکھتی ہیں۔ مادی زندگی کی پیداوار کا طریقہ عمومی طور پر سماجی، سیاسی اور ذہنی عمل سے مشروط ہے۔ یہ انسانوں کا شعور نہیں، جو ان کے وجود کا تعین کرتا ہے، بلکہ اس کے برخلاف ان کے سماجی وجود سے ان کی ہوش مندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی ترقی کی ایک منزل پر سماج کی مادی پیداواری قوتوں کا، پیداوار کے موجودہ تعلقات سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اگر اسی بات کو قانونی زبان میں کہا جائے تو یوں ہوگا کہ ان، ملکیتی تعلقات سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ جن کے درمیان وہ اب تک عمل کرتے رہے ہیں۔ پیداواری قوتوں کی ترقی میں جب یہ تعلقات زنجیروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو ایک سماجی انقلاب کا دور شروع ہوتا ہے۔ معاشی بنیادوں میں تبدیلی

سے پورا عظیم الشان ڈھانچہ قدرے تیزی یا آہستگی سے بدل جاتا ہے۔ ان تبدیلیوں کے بارے میں سوچتے ہوئے، پیداوار کے معاشی حالات کے درمیان مادی تبدیلی کا امتیاز کرنا چاہیے جس کا اندازہ نیچرل سائنس کی باریک بینی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے اور قانونی، سیاسی، مذہبی، جمالیاتی یا فلسفیانہ مختصراً تصوراتی شکلوں میں انسان اس کشمکش کا ادراک کرکے اس سے مقابلہ کرتا ہے۔

"جس طرح ہم کسی شخص کے بارے میں اپنی ذات سے متعلق اس کے اپنے خیالات سے کوئی رائے قائم نہیں کرتے، اسی طرح ایسے تغیر پذیر دور کا اندازہ بھی اس کی ہوشمندی سے نہیں کیا جاسکتا۔ برخلاف اس کے اس کی ہوش مندی کی تشریح مادی زندگی کے حالات سے کرنی چاہیے، یعنی اس کشمکش سے جو سماجی پیدآوری قوتوں اور پیداوار کے درمیان ہوتی ہے۔ مجمل طور پر ایشیائی، قدیم، جاگیری اور جدید پیدآوری کے طریقوں سماج کی معاشی تعمیر میں ترقی پسند ادوار کہا جاسکتا ہے چنانچہ مارکس نے کہا ہے کہ "ہمارا نظریہ یہ ہے کہ محنت کی تنظیم کا اندازہ ذرائع پیداوار سے ہوتا ہے۔"

"تاریخ کے مادی تصور کے انکشاف یا بالفاظ دیگر سماجی مظاہر میں مادیت کے متواتر تسلسل اور توسیع نے ابتدائی نظریات تاریخ کی دو اہم کوتاہیوں کو دور کردیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ ابتدائی تاریخی نظریات میں زیادہ سے زیادہ انسانوں کے تاریخی افعال میں، تصوراتی محرکات کو دیکھا جاتا تھا اور ان محرکات کی اصل کے بارے میں تحقیقات نہیں کی جاتی تھی۔ اسی طرح ان معروضی قوانین کی تصدیق نہیں کی جاتی تھی جو سماجی تعلقات کے نظام کو چلاتے ہیں۔ علاوہ ازیں مادی پیداوار، ترقی کے جس درجہ پر پہنچی ہے اس کی اصل کو ان تعلقات میں تلاش نہیں کیا جاتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ابتدائی نظریات میں انسانی گروہوں کے افعال شامل نہ تھے۔ تاریخی مادیت نے پہلی مرتبہ اس بات کو ممکن بنایا کہ عوام کی زندگی کے سماجی حالات اوران میں تبدیلیوں کا سائنٹیفک صحت کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ مارکس سے پہلے "سماجیات" اور "تاریخیات" زیادہ سے زیادہ خام حقائق فراہم کرتی تھیں جنہیں اوٹ پٹانگ طریقے سے جمع کرلیا جاتا تھا اور تاریخی عمل کی انفرادی شکلیں پیش کردی جاتی تھیں۔

مارکسزم نے مخالف رجحانات کی الجھنوں پر غور کرکے انہیں زندگی کی واضح شکلوں میں پیش کیا پھر سوسائٹی کے مختلف طبقوں کی پیداوار کو واضح طور پر بیان کیا۔ اس نے کسی خاص غالب خیال کے انتخاب یا اس کی تعبیر میں، داخلیت یا بے اصولی کو ترک کردیا اور اس امر کو ظاہر کیا کہ بلا کسی استثناء کے جملہ رجحانات پیداوار کی مادی قوتوں سے ظاہر ہوتے ہیں مارکسزم نے سماجی معاشی نظام کے پیدا ہونے بڑھنے اور زوال پذیر ہونے کے عمل کا راستہ دکھایا اور بتایا کہ اس کا بڑے پیمانے پر کس طرح مطالعہ ہونا چاہیئے۔ لوگ اپنی تاریخ آپ بناتے ہیں لیکن لوگوں یا عوام کے محرکات کس بات سے متعین ہوتے ہیں؟ یعنی متضاد خیالات کیوں ہوتے ہیں اور جدوجہد کیوں کی جاتی ہے؟ انسانی معاشرے میں ان تمام کشمکشوں کا مجموعی نتیجہ کیا ہے؟ انسان کی جملہ تاریخی سرگرمی کی بنیاد مادی زندگی ہے۔ اس کی پیداوار کے معروضی اسباب کیا ہیں؟ ان اسباب کے ارتقاء کا قانون کیا ہے؟ مارکس نے ان تمام باتوں کی طرف توجہ دلائی اور تاریخ کے سائنسی مطالعہ کا راستہ دکھایا اور بتایا کہ یہی ایک عمل ہے جو اپنے وسیع تنوع اور تضاد کے باوجود قطعی قوانین کا پابند ہے۔

Aseem Library
RAJANA.

طبقہ واری کشمکش

ہر شخص جانتا ہے کہ کسی سماج میں اس کے بعض افراد کے اعمال دوسرے افراد کے اعمال اور افعال سے ٹکراتے ہیں۔ سماجی زندگی تضاد سے بھرپور ہے اور تاریخ مختلف قوموں اور معاشروں کے درمیان کشمکش کی داستان سناتی ہے۔ اسی طرح اقوام اور معاشروں میں اندرونی کشمکش بھی ہوتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ باری باری سے انقلاب، ردعمل، امن، جنگ، جمود اور تیزی سے ترقی یا زوال کے دور آتے رہتے ہیں۔ مارکسزم اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کرتی ہے کیونکہ اس نے طبقاتی کشمکش کا وہ نظریہ پیش کیا ہے جس کے ذریعہ اس ظاہری ہنگامہ اور انتشار پر جو قوانین منطبق ہوتے ہیں ان کا پتہ چلتا ہے۔ یہ کسی مخصوص معاشرے کے جملہ اراکین یا مختلف سماجی گروہوں کی جدوجہد کے مجموعے کا مطالعہ ہے جس سے ان کوششوں کی سائنٹیفک تعریف کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ یہ متصادم جدوجہد اس اختلاف سے پیدا ہوتا ہے جو ان طبقوں کے رہن سہن اور سماجی حیثیت میں موجود ہے، جن میں ہر معاشرہ منقسم ہوتا ہے۔ مارکس نے کمیونسٹ منشور میں لکھا ہے کہ "اب تک جو معاشرہ رہا ہے، اس کی تاریخ طبقاتی کشمکش کی تاریخ ہے۔" (اینگلز نے بعد میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ابتدائی اور قدیم معاشرہ اس سے مستثنیٰ ہے)۔ "آزاد اور غلام، اعلیٰ اور ادنیٰ، امیر اور غریب، چودھری اور کاریگر یا مختصراً جابر اور مجبور، ایک دوسرے کے مقابلے میں رہے اور مسلسل، کبھی علانیہ اور کبھی خفیہ طور پر کشمکش کرتے رہے ہیں۔ یہ کشمکش ہر مرتبہ یا تو سوسائٹی میں ایک نئی انقلابی تبدیلی پر ختم ہوئی یا اس کے باعث دونوں لڑنے والے طبقے تباہ ہو گئے ـــــ ہمارے زمانے کی بورژوا سماج میں بھی جو جاگیرداری معاشرے کے کھنڈروں پر اٹھی ہے، ابھی تک طبقہ واری کشمکش کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اس نے صرف نئے طبقے پیدا کئے ہیں، جبر کی نئی صورتیں پیدا کی ہیں اور کشمکش کی پرانی شکلوں کے بجائے نئی شکلوں کو جنم دیا ہے۔ ہمارے دور کی جو بورژوائی (سرمایہ دارانہ) دور ہے یہ امتیازی

خصوصیت ہے کہ اس نے طبقاتی مخالفت کو سادہ شکل میں پیش کر دیا ہے چنانچہ ہمارا معاشرہ کافی ٹوٹ پھوٹ کے بعد دو بڑے مخالف گروہوں میں تقسیم ہو گیا ہے جو راست ایک دوسرے کے سامنے مقابلے کے لئے آ گئے ہیں۔ یعنی ایک طرف بورژوا جماعت ہے اور دوسری طرف پرولتاری (سرمایہ دار کے مقابلے میں مزدور)۔"

انقلاب فرانس کے بعد سے یورپ کی تاریخ نے کئی ملکوں میں نہایت واضح طور پر اس بات کو ظاہر کر دیا ہے کہ حقیقت میں واقعات کے پیچھے طبقاتی کشمکش کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا چنانچہ فرانس میں بادشاہت کی بحالی کے دور میں کئی مورخ پیدا ہوئے جنہوں نے پیش آنے والے واقعات کا خلاصہ کرتے ہوئے مجبوراً یہ تسلیم کیا ہے کہ فرانسیسی تاریخ کی کنجی طبقاتی کشمکش ہے۔ نئے دور میں بورژوا طبقہ کو مکمل کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ نمائندہ ادارے قائم ہوئے ہیں وسیع پیمانے پر (اگرچہ عام نہیں) رائے دہی کا حق ملا ہے۔ سستے اخبارات نکلے ہیں جو عوام میں وسیع پیمانے پر شائع کئے جاتے ہیں۔ مزدوروں اور آجروں کی طاقتور اور وسعت پذیر یونینیں قائم ہوتی ہیں۔ لیکن ان سب کے ظہور سے یہ بات اور بھی نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ (اگرچہ بعض اوقات یکطرفہ پرامن اور دستوری شکل میں) جملہ معاملات کا اصل سرچشمہ طبقاتی کشمکش ہی میں ہے۔

مارکس کے کمیونسٹ مینی فسٹو (منشور) کا مندرجۂ ذیل فقرہ ظاہر کرے گا کہ جدید معاشرے میں، سماجی علوم، کے ذریعہ ہر طبقے کی حیثیت کا معروضی تجزیہ کرتے ہوئے مارکس کس چیز کا مطالبہ کر رہا تھا۔ چنانچہ ہر طبقہ کی ترقی کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "وہ تمام طبقات جو آج بورژوا طبقے کے مدمقابل کھڑے ہوتے ہیں ان میں صرف پرولتاریہ ہی انقلابی طبقہ ہے۔ باقی جملہ طبقات جدید صنعت کے سامنے زوال پذیر ہیں اور آہستہ آہستہ ختم ہوتے رہتے ہیں۔ پرولتاریہ اس کی مخصوص اور ناگزیر پیداوار ہے۔ نچلا متوسط طبقہ، چھوٹے صنعت کار، دوکاندار، کاریگر، کسان

سب کے سب سرمایہ داروں سے لڑتے ہیں تاکہ متوسط طبقے کے اجزاء کی حیثیت سے فنا ہو جانے سے بچے رہیں۔ اس لئے یہ لوگ انقلابی نہیں بلکہ قدامت پسند ہوتے ہیں۔ یہی نہیں، یہ لوگ رجعت پسند بھی ہوتے ہیں کیونکہ یہ لوگ تاریخ کے پہیئے کو الٹا پھرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اتفاق سے انقلابی ہوں بھی تو صرف اسی حد تک ہوتے ہیں کہ ان کو چونکہ پرولتاریہ میں تبدیل ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے اپنی موجودہ حیثیت کے لئے مدافعت نہیں کرتے بلکہ مستقبل کے مفادات کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے نقطۂ نظر سے ہٹ جاتے اور اپنے آپ کو پرولتاریہ کے مقام پر رکھتے ہیں۔"

مارکس نے کئی تاریخی تصانیف میں مادی تاریخیات کی نہایت ممتاز اور شاندار مثالیں دی ہیں۔ اس نے ہر طبقہ کی حیثیت کا تجزیہ کر کے دکھایا اور بعض اوقات کسی طبقے کے مختلف گروہوں کے مدارج بھی بتائے ہیں جن میں واضح طور سے دکھایا گیا ہے کہ "ہر طبقاتی کشمکش، سیاسی کشمکش" کیسے اور کیوں ہوتی ہے؟

متذکرہ بالا اقتباس ایک مثال ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طبقے سے دوسرے طبقے کے درمیان سماجی تعلقات عبوری مدارج سے گذرنے اور ماضی سے حال کی طرف آتے ہیں، مارکس کو کتنی پیچیدگیوں سے گذرنا پڑا تھا تاکہ تاریخی ترقی کے نتائج معلوم کئے جا سکیں۔

مارکس کا معاشی نظریہ نہایت گہرا، معنی خیز اور جامع ہے جس سے اس کے تصورات کی پورے طور سے تصدیق اور تائید ہوتی ہے۔

مارکس کا معاشی نظریہ

مارکس نے کیپٹیل (سرمایہ) کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "اس کتاب کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ جدید معاشرے (یعنی سرمایہ دار، بورژوا معاشرے) کا معاشی قانون حرکت واضح طور پر پیش کیا جائے۔

اس کے معاشی نظریہ میں، کسی تاریخی دور کے معاشرے میں پیداواری تعلقات ان کی پیدائش نشو ونما اور زوال کے بارے میں تحقیقات شامل ہیں۔ سرمایہ دار معاشرے میں چونکہ اشیاء کی پیداوار کو سب سے زیادہ نمایاں حیثیت حاصل ہوتی ہے اس لئے مارکس سب سے پہلے جنس[1] یا اشیاء صرف سے بحث کرتا ہے۔

قدر مبادلہ[2]

جنس کی بنیادی تعریف یہ ہے کہ جنس ایسی شے ہے جس سے انسان کی کوئی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ دوئم جنس ایسی شے ہے جسے دوسری شے سے بدلا جا سکتا ہے۔ کسی چیز کی، افادیت اس میں استعمالی قدر پیدا کرتی ہے۔ قدر مبادلہ (یا صرف قدر) سب سے پہلے وہ تناسب ہے جس میں ایک قسم کی استعمالی قدروں کی ایک تعداد کو ایک اور قسم کی استعمالی قدروں سے بدلا جا سکتا ہے۔

ہمارے روزمرہ کے تجربات بتاتے ہیں کہ اس قسم کے لاکھوں کروڑوں تبادلے ہر قسم کی استعمالی قدروں میں ہوتے رہتے ہیں۔ یہ قدریں ایک دوسرے سے اتنی مختلف ہوتی ہیں کہ ایک کا دوسری سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان مختلف اشیاء میں قدر مشترک کیا ہے جو ایک خاص سماجی نظام میں نظر آتی ہے؟ ان کی مشترک خصوصیت یہ ہے کہ وہ محنت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ پیداوار کے تبادلے میں لوگ بالکل مختلف قسم کی محنتوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اشیاء کی پیداوار، سماجی تعلقات کا ایک ایسا طریقہ کار یا نظام ہے جس میں انفرادی طور پر اشخاص مختلف اشیاء بناتے ہیں (محنت کی سماجی تقسیم) اور یہ تمام پیداواریں مبادلے میں ایک دوسرے کے برابر لائی جاتی ہیں۔ نتیجتاً جو بات جملہ اشیاء میں مشترک ہے وہ نہ تو پیداوار کے کسی مخصوص شعبے کی

---

1. COMMODITY جنس

1. VALUE قدر یا قدر مبادلہ

حقیقی محنت ہے اور نہ کوئی خاص قسم کی محنت بلکہ مجرد انسانی محنت ہے۔ یعنی عام انسانی محنت۔ کسی مخصوص معاشرے میں محنت کرنے والوں کی مجموعی قوت جملہ اشیاء کی مجموعی قیمت کی نمائندگی کرتی ہے اور یہی انسانی محنت کی قوت ہے۔ اس کی تائید مبادلے کی ہزاروں لاکھوں مثالوں سے ہوتی ہے۔ نتیجتاً ہر مخصوص شے سماجی اعتبار سے ضروری محنت کی مقدار سے کیا جاتا ہے یا اس میعاد سے جو کسی ایسی شے کو تیار کرنے کے لئے سماجی طور پر ضروری ہوتی ہے جس کی ایک معیّن استعمالی قدر ہو۔

"جب مبادلے کے ذریعے مختلف پیداواروں کو مساوی کیا جاتا ہے اس وقت ہم انسانی محنت کے اعتبار سے بھی ان اشیاء پر مختلف قسم کی محنتوں میں مساوات قائم کرتے ہیں۔ اگرچہ ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا پھر بھی کرتے ہم ایسا ہی ہیں۔"

مارکس سے پہلے کے ایک ماہر معاشیات نے کہا ہے کہ "قدر نام ہے دو اشخاص کے درمیان تعلق کا" لیکن اس میں یہ اضافہ کرنے کی ضرورت تھی کہ یہ تعلق ایسا ہے جو مادی پردے میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ ہم کسی قدر کو اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب اس پر کسی مخصوص تاریخی معاشرے میں پیداوار کے سماجی تعلقات کے نقطۂ نظر سے غور کریں۔ اس کے علاوہ ان تعلقات کو بھی سامنے رکھیں جو وسیع پیمانے پر مبادلے کی صورت میں نمایاں ہوتے ہیں۔ یہ مظاہرہ ہزاروں لاکھوں مرتبہ معاشرے میں دہرایا جاتا ہے۔ "قدروں کے اعتبار سے جملہ اشیاء، محنت کی زمانی مقدار کے پوشیدہ مجموعے ہیں۔"

اشیاء کے اندر محنت کی جو دہری خصوصیت پوشیدہ ہوتی ہے اس کا مفصل تجزیہ کرنے کے بعد، مارکس زر کی شکل اور قدر کا تجزیہ کرتا ہے۔ یہاں مارکس کا خاص کام یہ ہے کہ زر کی شکل میں قدر کی اصل کا مطالعہ کیا جائے۔ مبادلے کے

طریقے نے کیسے ترقی کی اور اس کا تاریخی عمل کیا تھا۔ جس کا آغاز انفرادی اور اتفاقی مبادلوں سے ہوا؟ ("قدر کی ابتدائی اور اتفاقی شکلیں" جن میں کسی شے کی مقررہ مقدار کسی اور شے کی مقررہ مقدار سے تبدیل کی جائے) اور بعد میں اس نے عالمگیر شکل اختیار کر لی جس میں مختلف قسم کی اشیاء کی ایک تعداد ایک ہی چیز سے بدل جاتی ہیں۔ اس کی انتہا زر کی شکل میں قدر کا ظاہر ہونا ہے جب سونا وہ خاص شے بن جاتا ہے جس سے ہر شے مساوی کر کے بدلی جاتی ہے مبادلہ اور اشیاء کی پیداوار کی سب سے ترقی یافتہ شکل زر ہے جو انفرادی محنت کی اس سماجی خصوصیت پر نقاب ڈال دیتی ہے جو بازار کے ذریعہ ملنے والی تمام اشیاء پیدا کرنے والوں کے درمیان سماجی کڑی ہوتی ہے۔

مارکس بہت تفصیل سے زر کے مختلف افعال کا تجزیہ کرتا ہے۔ اس موقع پر خاص طور سے یہ بات یاد رکھنے کی ہے (جیسا سرمایہ کے ابتدائی ابواب میں بتایا گیا ہے) کہ جو چیز بظاہر مجرد معلوم ہوتی ہے اور بعض اوقات محض استخراجی طریقہ اظہار، وہ حقیقت میں ایک کثیر واقعاتی مواد کے مجموعے سے بحث کرتی ہے جو مبادلہ اور اشیاء کی پیداوار کی ترقی پذیری سے متعلق ہے۔ اگر ہم زر کے بارے میں غور کریں تو اس کا وجود اشیاء کے مبادلہ میں ایک مخصوص مرحلہ کا پتہ دیتا ہے۔ مثلاً زر کے مختلف افعال ہیں جنہیں وہ انجام دیتا ہے وہ اشیاء کے مساوی ہوتا ہے اور گردش کا ذریعہ ہے ادائیاں[۱] ہوتی ہیں۔ اسے اندوختہ کیا جاتا ہے۔ اسے عالمی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے کسی فعل کی بناء پر وسعت اور کثرت کے اعتبار سے سماجی پیداوار کے عمل میں مختلف مدارج کو ظاہر کرتا ہے۔ (سرمایہ جلد اول)

---

[۱] ادائیاں (PAYMENTS)

قدرِ زائد[۱]

اشیاء پیداوار کی ترقی کی ایک منزل پر زر، سرمایہ کی شکل میں، تبدیل ہو جاتا ہے۔ پہلے اشیاء کی گردش کا فارمولا ش۔ زر۔ ش (شے۔ زر۔ شے) تھا یعنی ایک چیز کو فروخت کرنا دوسری شے خریدنے کے لئے۔ برخلاف اس کے اب سرمایہ کا عام ضابطہ ز۔ش۔ ز (زر۔ شے۔ زر) ہے یعنی فروخت کرنے کے لئے (منافع سے) خریداری۔ گردش میں لائے ہوئے زر کی اصل قدر میں جو اضافہ ہوتا ہے اسے مارکس "قدرِ زائد" کے نام سے پکارتا ہے۔ زر کی اس "افزائش" کو جو سرمایہ کی گردش سے ہوتی ہے، ہر شخص جانتا ہے۔ حقیقت میں یہی "افزائش" زر کو سرمایہ میں بدلتی ہے جو پیداوار کے سماجی تعلق کو قطعی اور تاریخی طور پر ثابت کرتی ہے۔ اشیاء کی گردش سے "قدرِ زائد" نہیں پیدا ہوتی کیونکہ موخر الذکر صرف مساوی اشیاء کی گردش سے واقف ہے۔ وہ قیمتوں میں اضافے سے نہیں پیدا ہوتی کیونکہ خریداروں اور فروشندوں کے باہمی نفع و نقصان ایک دوسرے کے مساوی ہو جاتے ہیں حالانکہ یہاں ایک انفرادی نہیں بلکہ بڑے پیمانے پر اوسط سماجی کیفیت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

قدرِ زائد حاصل کرنے کے لئے زردار کو "بازار میں ایک ایسی جنس تلاش کرنی پڑتی ہے جس کی استعمالی قدر میں ایک مخصوص صفت یہ ہے کہ اس میں قدر کا منبع موجود ہو" یعنی ایک ایسی جنس جس کے صرف کا عمل ایک ہی وقت میں قدر کی تخلیق کا عمل بھی ہو۔ ایسی جنس انسانی محنت کی قوت ہے۔ اس کا صرف محنت ہے اور محنت قدر کی تخلیق کرتی ہے۔ زردار محنت کی قوت کو اس کی قدر پر خریدتا ہے، جو ہر دوسری جنس کی قدر کے مانند سماجی اعتبار سے اس ضروری میعاد محنت سے متعین کی

Aseem Library
RAJANA.

---

۱ قدرِ زائد (SURPLUS VALUE)

جاتی ہے جو اس کی پیداوار کے لئے ناگزیر ہوتی ہے (یعنی مزدور اور اس کے خاندان کی کفالت کا خرچ)۔

محنت (مزدور) کی قوت، خرید لینے کے بعد، زردار کو اس کے استعمال کا حق حاصل ہو جاتا ہے یعنی وہ اسے سارے دن کے لئے کام پر لگا دیتا ہے۔ مثلاً بارہ گھنٹے لیکن چھ گھنٹے کے دوران میں ("ضروری" میعاد محنت) مزدور اتنی پیداوار تخلیق کرتا ہے جو خود اس کی کفالت کے صرف کے مساوی ہوتی ہے۔ باقی چھ گھنٹوں کے دوران ("زائد" میعاد محنت) میں وہ "زائد" پیداوار کی تخلیق کرتا یا ایسی قدر زائد پیدا کرتا ہے جس کے لئے زردار اجرت نہیں دیتا۔ اس لئے عملی پیداوار کے نقطہ نظر سے سرمایہ کے دو حصوں میں امتیاز کرنا چاہیئے۔ ایک، مستقل سرمایہ ہوتا ہے جو پیداوار کے ذرائع پر صرف ہوتا ہے (مثلاً مشینیں، اوزار، خام سامان وغیرہ) جس کی قدر، کسی تبدیلی کے بغیر، پختہ مال میں تبدیل ہو جاتی ہے (فوراً یا جزواً جزواً)۔ دوسرے تغیر پذیر سرمایہ جسے محنت کی قوت پر صرف کیا جاتا ہے اس موخرالذکر سرمایہ کی قدر غیر تغیر پذیر نہیں ہوتی بلکہ محنت کے عمل سے اس میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ اس سے قدر زائد پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے سرمایہ میں، جو محنت کی قوت کا استحصال کرتا ہے، اس کے درجے کو ظاہر کرنے کے لئے، قدر زائد کا مقابلہ سرمایہ سے نہیں بلکہ صرف تغیر پذیر سرمائے سے کرنا چاہیئے۔ اس طرح جو مثال ابھی دی گئی ہے، مارکس اس تناسب کو قدر زائد کہتا ہے جس کی شرح ۶ : ۶ یا سو فیصد ہوتی ہے۔

سرمایہ کے بڑھنے کی دو اولین تاریخی شرائط تھیں۔ پہلی افراد کے ہاتھوں میں زر کی خاص مقداروں کا ایسے حالات میں جمع ہونا جب عام طور سے پیداواری جنس نسبتاً بلند سطح پر جا رہی ہو۔ دوسرے مزدور کا وجود

جو دو معنی میں "آزاد" ہو۔ اس پر کوئی پابندی یا رکاوٹ نہ ہو یعنی وہ آزادی سے اپنی قوت محنت کو فروخت کر سکے اور زمین اور زمین کے تمام وسائل پیداوار سے آزاد ہو۔ اس کی محنت آزاد اور غیر وابستہ ہو یعنی وہ "پرولتاری" ہو، جو اپنی محنت کو فروخت کرنے کے سوا کسی اور طریقے سے زندگی نہ بسر کر سکتا ہو۔

قدر زائد کو بڑھانے کے دو بڑے طریقے ہیں۔ ایک کام کے دن کو طول دینا ("مطلق قدر زائد"[1]) اور دوسرے ضروری یوم کار کو مختصر کرنا ("اضافی قدر زائد"[2]) اول الذکر کا تجزیہ کرتے ہوئے مارکس ایک نہایت پر اثر تصویر اس کشمکش کی پیش کرتا ہے جو کام کے دن کو طول دینے کے لئے (چودھویں سے سترھویں صدی تک) اور پھر (کارخانوں کے قوانین کے ذریعہ کچھ انیسویں صدی میں) اسے کم کرنے کے لئے کی جاتی رہی ہے۔ سرمایہ (کیپٹل) کی اشاعت کے وقت سے دنیا کے تمام مہذب ملکوں میں محنت کش طبقہ کی تاریخ نے اس تصویر کو نمایاں کرنے کے لئے کثرت سے نئے حقائق فراہم کر دیئے ہیں۔

اضافی قدر زائد کی پیداوار کا تجزیہ کرتے ہوئے مارکس نے سرمایہ داری اور محنت کی پیداآوری میں اضافے کے تین تاریخی مدارج کی تحقیقات کی ہے۔ (۱) عام امداد باہمی (۲) محنت کی تقسیم اور صنعت (۳) مشینری اور بڑے پیمانہ کی صنعت۔ یہاں مارکس نے نہایت واضح طریقے سے سرمایہ دارانہ ترقی کی بنیادی اور مخصوص شکلوں کا انکشاف کیا ہے۔ اس کا اظہار اتفاقاً اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ روس کی گھریلو صنعتوں کے بارے میں تحقیقات سے بکثرت ایسا مواد

۱؎ مطلق قدر زائد 1. ABSOLUTE SURPLUS VALUE

۲؎ اضافی قدر زائد 2. RELATIVE SURPLUS VALUE

حاصل ہوا ہے جس سے اول الذکر مدارج کی تصویر کشی ہوتی ہے۔ بڑے پیمانے پر مشینی صنعت کے انقلابی اثرات نے جیسے کہ مارکس نے ۱۸۶۷ء میں بیان کئے تھے، کئی "نئے"، ملکوں (روس و جاپان وغیرہ) میں، اس وقت کے بعد سے، نصف صدی کی مدت میں، اپنے آپ کو نمایاں کیا ہے۔

اس سلسلہ میں اجتماع سرمایہ کا مارکسی تجزیہ یعنی قدر زائد کے ایک حصے کی سرمایہ میں تبدیلی اور اس کا استعمال، انتہائی اہمیت رکھتا ہے وہ شخصی ضروریات کو پورا کرنے یا کسی سرمایہ دار کی ذاتی خواہش کے لئے نہیں بلکہ نیا سرمایہ پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ مارکس نے اپنے پیشرو ان جملہ ماہرین اقتصادیات (آدم اسمتھ سے شروع کرکے) کی غلطیوں کا انکشاف کیا ہے جنہوں نے یہ مان لیا تھا کہ جملہ قدر زائد، جو سرمایہ میں تبدیل ہو جاتی ہے، تغیر پذیر سرمایہ بناتی ہے لیکن حقیقتاً وہ ذرائع پیداوار اور تغیر پذیر سرمایہ میں تبدیل ہوتی ہے۔

سرمایہ

سرمایہ داری کی ترقی اور اس کی سوشلزم میں تبدیلی کے عمل میں، نہایت اہم بات یہ ہے کہ سرمایہ کے تغیر پذیر حصے کے مقابلے میں مستقل حصۂ سرمایہ (جملہ سرمایہ سے) تیزی سے ترقی کرتا ہے۔

مزدوروں کے بجائے تیزی سے مشنری نصب کر دینے اور ایک طرف انتہائی افلاس کی حالتیں پیدا کرنے اور سرمائے کے اجتماع سے، وہ شکل پیدا ہوتی ہے، جسے مزدوروں کے "اضافہ زائد"، یا "سرمایہ دارانہ اضافہ آبادی" کے تعلق سے "محنت کی محفوظ فوج"، کہا جاتا ہے اس سے انتہائی مختلف شکلیں پیدا ہوتی ہیں اور اس کے باعث سرمایہ کو، نہایت تیزی سے، پیداوار میں اضافہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔
قرضے کی سہولتوں اور سرمایہ کے اجتماع کے ساتھ، جو ذرائع پیداوار کی شکل میں ہوتا ہے، یہ ایک کنجی ہے جس کے ذریعہ زائد از ضرورت پیداوار کے اس بحران کو سمجھا جاسکتا

ہے، جو سرمایہ دار ملکوں میں وقتاً فوقتاً آتا رہتا ہے۔ یہ بحران ابتداءمیں اوسطاً ہر دس سال میں ایک بار اور بعد میں زیادہ طویل مدتوں میں آتا ہے لیکن وقفوں کی میعاد قطعی اور معیّن نہیں ہوتی۔ سرمایہ داری کے تحت سرمایہ کے اجتماع کو ہمیں ابتدائی دور کے سرمایہ یا دولت سے مختلف سمجھنا چاہیئے۔ مزدور کو ذرائع پیداوار سے زبردستی علیحدہ کرنا، کسان کو زمین سے بے دخل کر دینا، اجتماعی زمینوں کو چھین لینا، نوآبادیوں کے نظام اور قومی قرضے، حفاظتی بحری محاصل وغیرہ۔ ابتدائی اجتماع زر سے ایک طرف "آزاد" پرولتاریہ پیدا ہوتا ہے اور دوسری طرف دولت کا مالک یا سرمایہ دار۔

سرمایہ دارانہ اجتماع زر کا تاریخی رجحان مارکس نے مندرجہ ذیل مشہور الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "پیداکنندوں کی بے دخلی نہایت بے رحمانہ غارتگری سے اور ایسے شدید جذبات کے تحت ہوتی ہے جو نہایت ذلیل، تنگ دلانہ، مکروہ اور نہایت نفرت انگیز ہوتے ہیں۔ خود حاصل کی ہوئی ذاتی ملکیت (کسان یا دستکار کی) کے بجائے، جو ایسے منتشر، آزاد افراد کی ہوتی ہے جو اپنی محنت کے ذریعہ اس سے وابستہ ہوتے ہیں، ایسی ذاتی ملکیت آجاتی ہے جو دوسروں کی نام نہاد آزاد محنت پر قائم ہوتی ہے۔ اب جس شخص کو بے دخل کیا جاتا ہے وہ مزدور نہیں، جو اپنے لئے کام کرتا ہے، جبکہ وہ سرمایہ دار ہوتا ہے جو بہت سے دوسروں مزدوروں کا استحصال کرتا ہے۔ یہ بے دخلی سرمایہ دارانہ پیداوار کے خلقی قوانین اور سرمایہ کے مرکزانے سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک سرمایہ دار ہمیشہ بہتوں کو مار کر بنتا ہے۔ مرکزانے کی کیفیت کے ساتھ ساتھ، یا بہت سے سرمایہ داروں کی چند کے ہاتھوں بے دخلی سے ہمیشہ بڑھتے ہوئے پیمانے پر محنت کے عمل کی امداد باہمی والی شکل پیدا ہوتی ہے اور سائنس کا باشعور ٹکنیکل استعمال، زمین کی باقاعدہ کاشت، آلات محنت کی اُن

آلات محنت میں تبدیلی ہوتی ہے جو عام طور سے استعمال ہوتے ہیں۔ جملہ ذرائع پیداوار میں ان طریقوں کے استعمال سے مشترک پیداوار، اور اشتراکی محنت سے اخراجات میں کمی کی جاتی ہے۔ اس طرح عالمی بازار کے پھندے میں تمام انسان پھنس جاتے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام حکومت کا بین الاقوامی کردار، سامنے آتا ہے۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں کی مسلسل کمی ہونے کے ساتھ ساتھ، یہ لوگ اس تبدیلی کے عمل کے جملہ فوائد پر غاصبانہ قبضہ کرتے اور اجارہ دار بن جاتے ہیں، جس سے فلاکت، جبر، غلامی، ذلت اور استحصال میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی محنت کش طبقہ میں بغاوت کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس طبقہ میں روز بروز اضافہ ہوتا ہے اور نظم و ضبط پیدا ہونے پر اس میں بھی اسی طریقے سے اتحاد اور تنظیم ہوتی ہے جس طریقے سے سرمایہ دار طبقے میں۔ سرمایہ کی یہ اجارہ داریت اس طریقہ، پیداوار کے لئے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ سرمایہ اس کے ساتھ پیدا ہوتا اور اس کے ساتھ ہی نشو و نما پاتا ہے۔ ذرائع پیداوار کی مرکزیت اور محنت کا اشتراکی بننا آخر کار ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ ان کی سرمایہ دارانہ جلد سے متباین ہو جاتے ہیں۔ یہ جلد آخر کار پھٹ کر الگ ہو جاتی ہے اور سرمایہ دارانہ شخصی جائداد کے لئے موت کی گھنٹی بج جاتی ہے۔ یعنی بے دخل کرنے والے خود بے دخل ہو جاتے ہیں (سرمایہ جلد اول)

مارکس نے سرمایہ کی دوسری جلد میں مجموعی سماجی سرمایہ کی مکرر پیدائش کا جو تجزیہ کیا ہے وہ نہایت اہم اور بلند پایہ ہے۔ یہاں بھی مارکس، انفرادی منظر سے نہیں بلکہ اجتماعی منظر اور سماج کی جزوی معیشت سے نہیں بلکہ مجموعی معیشت سے بحث کرتا ہے۔ وہ پرانے ماہرین معاشیات کی سابق میں پھیلائی ہوتی غلطی کو درست کرتے ہوئے جملہ سماجی پیداوار کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (۱) ذرائع

پیداوار کی پیدائش (۲) اشیائے صرف کی پیداوار۔ وہ تفصیل سے عددی مثالوں کے ذریعہ مجموعی سماجی سرمایہ کی گردش کو جانچتا ہے۔ اپنے سابقہ العبادکی شکل میں بھی اور اجتماع کی شکل میں بھی۔

اوسط شرحِ منافع

سرمایہ کی جلد سوم اس مسئلہ کو حل کرتی ہے کہ ضابطہ اقدار کی بنیاد پر منافع کی اوسط شرح کیسے نکلتی ہے۔

مارکس کے ذریعے، معاشیات کے علم نے جو طویل قدم آگے بڑھایا ہے وہ اس امر میں ہے کہ اس نے اجتماعی معاشی مظہر کے نقطہ نظر سے سماجی معیشت کا مجموعی طور پر تجزیہ کیا نہ انفرادی واقعات کو سامنے رکھا اور نہ مسابقت کے خارجی اور سطحی پہلو سامنے رکھے حالانکہ عامیانہ اقتصادیات اور جدید "نظریہ[1] معاشیاتی افادیت" عموماً اپنے آپ کو مسابقت کے اسی خارجی اور سطحی پہلو تک محدود رکھتے ہیں۔ مارکس پہلے قدر زائد کی اصل کا تجزیہ کرتا ہے اور اس کے بعد منافع، سود اور کرایۂ زمین میں اس کی تقسیم پر غور کرتا ہے۔ منافع نام ہے اس تناسب کا جو قدر زائد اور کسی کاروبار میں لگائے ہوئے مجموعی سرمائے کے درمیان ہوتا ہے۔ سرمایہ "اعلیٰ نامیاتی ترکیب" کے ساتھ (یعنی مستقل سرمایہ کی تغیر پذیر سرمایہ سے، زیادتی جو سماجی اوسط سے بڑھ کر ہو) اوسط سے کم شرح پر منافع دیتا ہے۔ سرمایہ "ادنیٰ نامیاتی ترکیب" سے اوسط سے زائد شرح پر منافع دیتا ہے۔ سرمایہ داروں کے درمیان مسابقت اور اپنے سرمایہ کو ایک شعبے سے دوسرے شعبے میں منتقل کرنے کی آزادی سے دونوں صورتوں میں شرح منافع اوسطاً کم ہو جاتی ہے۔ کسی مخصوص معاشرے میں جملہ اجناس کی مجموعی اقدار، اجناس کی قیمتوں کے مجموعے کے مساوی ہوتی ہیں لیکن انفرادی

Aseem Library
RAJANA.

[1] نظریہ حاشیائی افادیت THEORY OF MARGINAL UTILITY

زمہ داریوں اور پیداوار کے شعبوں میں مسابقت کے باعث، اجناس ان کی قدروں پر نہیں بلکہ پیداواری قیمتوں پر فروخت کی جاتی ہیں (یا قیمت پیداوار جو لگائے ہوئے سرمائے اور اوسط منافع کی مساوی ہوتی ہیں۔ اس طرح مارکس نے قیمتوں اور قدروں کے اختلاف اور منافعوں کے مساوی ہونے کی مشہور اور غیر متنازعہ حقیقت کو واضح طور سے پیش کیا اور اس کی بنیاد ضابطہ قدر پر رکھی ہے کیونکہ جملہ اجناس کی اقدار کا مجموعہ مجموعی قیمتوں کے مساوی ہوتا ہے لیکن سماجی قدر (انفرادی) قیمتوں کے مساوی، راست اور سادہ نہیں بلکہ نہایت پیچیدہ طریقے سے تیار ہوتی ہے۔ یہ ایک بالکل فطری امر ہے کہ ایسے معاشرے میں جو سامان پیدا کرنے والوں پر مشتمل اور بازار کے ذریعہ متحد ہوں، قانون اپنے آپ کو اوسط سماجی اور عام قانون کی حیثیت ہی میں ظاہر کرتا ہے جب کسی ایک طرف انفرادی طور پر انحراف اور ایک دوسرے کی تلافی ہو۔

محنت کی پیداوار میں اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ تغیر پذیر سرمائے کے مقابلے میں مستقل سرمائے کی تیزی سے افزائش ہو رہی ہے۔ چونکہ قدر زائد صرف تغیر پذیر سرمائے کا فعل ہے اس لئے ظاہر ہے کہ منافع کی شرح (مجموعی سرمایہ سے قدر زائد کی نسبت یعنی صرف تغیر پذیر جزو سے نہیں) کا رحجان گرنے کی طرف ہوتا ہے مارکس اس رحجان اور متعدد واقعات کا تفصیلی تجزیہ کرتا ہے جو اسے چھپاتے یا اس کا توڑ کرتے ہیں۔

کرایہ زمین اس وقت ہم سرمایہ کے حصے سوم کے ان نہایت دلچسپ ابواب کو نظر انداز کر کے جن میں سود خوروں کے سرمایہ، تجارتی سرمایہ اور روپیہ کے سرمایہ سے بحث کی گئی ہے اس کے اہم ترین باب یعنی زمینی سرمایہ بالگان کے نظریئے سے بحث کرتے ہیں۔ چونکہ زمین کا رقبہ محدود ہے اور

سرمایہ دار ملکوں میں زمین پر انفرادی شخصی ملکیت ہوتی ہے اس لیے زرعی پیداوار کی پیداآوری کی قیمت کا تعین اوسط درجہ کی زمین پر نہیں بلکہ خراب ترین زمین کے مطابق اور پیداوار کے عام حالات میں نہیں بلکہ خراب ترین حالات میں بازار تک پہنچانے پر کیا جاتا ہے۔ اس قیمت اور بہتر زمین پر ہونے والی پیداوار کی قیمت کے فرق سے بہتر حالات میں اختلافی لگان ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا تفصیلی تجزیہ اور یہ بتاتے ہوئے کہ یہ فرق مختلف قطعات کی زرخیزی کے باعث، اور زمین پر لگائے ہوئے سرمائے کے اختلاف سے، کس طرح پیدا ہوتا ہے، مارکس نہایت واضح طور پر (دیکھیے نظریات قدر زائد) رکارڈو کی غلطی کا انکشاف کرتا ہے جس کا یہ کہنا تھا کہ اختلافی لگان اسی وقت نکلتا ہے جب بہتر سے بدتر میں سلسلہ وار تبدیلی ہو۔ برخلاف اس کے معکوس تبدیلیاں بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زمین کا ایک قسم سے دوسری قسم میں بدلنا (زرعی تکنیک میں تبدیلی۔ شہروں کی وسعت وغیرہ سے) اور تقلیل معاوضہ" کا بدنام قانون جو قدرت پر نقائص، تحدیدات اور سرمایہ داری کے تناقصات کا' الزام لگاتا ہے، نہایت غلط ہے۔ علاوہ ازیں صنعت کے جملہ شعبوں اور عمومی طور پر قومی معیشت میں پہلے سے تصور کر لیا گیا ہے کہ مسابقت کی کامل آزادی ہے اور سرمایہ ایک شعبہ سے دوسرے شعبہ میں آزادی سے منتقل ہو سکتا ہے۔ لیکن زمین کی شخصی ملکیت اجارہ داری پیدا کرتی ہے جو آزادی سے نقل و حرکت کو روکتی ہے۔ اس اجارہ داری کے باعث سرمایہ کے ادنیٰ اجتماع سے زرعی پیداوار حاصل ہوتی ہے اور نتیجتاً انفرادی طور پر قدرے زیادہ شرح منافع بھی، جو منافع کی شرح کو مساوی کرنے کے کاملاً آزاد عمل میں، حصہ نہیں لیتی۔ زمیندار اجارہ دار کی حیثیت سے، قیمتوں کو اوسط سے بلند رکھتا ہے۔ اور اسی اجارہ دارانہ قیمت سے مطلق لگان وجود میں

آتا ہے اگرچہ اختلافی لگان کو سرمایہ دارانہ نظام کے تحت ختم نہیں کیا جا سکتا لیکن مطلق لگان کو ختم کر سکتے ہیں مثلاً زمین کو قومیانے یا مملکت کی جائداد بنانے سے۔ اس سے شخصی زمینداروں کی اجارہ داری کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں گی اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زراعت میں مکمل اور مستقل مسابقت کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ مارکس کے قول کے مطابق بورژوا آزاد خیالوں نے تاریخ میں بار بار یہ ترقی پسندانہ بورژوا مطالبہ پیش کیا ہے کہ زمین کو قومیا دیا جائے۔ یہ مطالبہ بورژوا طبقے کی اکثریت کو خوفزدہ رکھتا ہے کیونکہ اس نے ایک اور اجارہ داری پر "گہرا" اثر پڑے گا جو خاص طور پر اہم ہے اور آج کل خصوصیت سے "ذکی الحس" بھی — یعنی عمومی طور سے ذرائع پیداوار پر اجارہ داری۔ (مارکس نے سرمایہ پر اوسط شرح منافع کے نظریہ اور مطلق زمینی کرایہ کی تشریح نہایت سادہ اور واضح طریقے سے اینگلز کے نام ایک خط مورخہ ۲؍ اگست ۱۸۶۲ء میں کی ہے۔)

زمین کے لگان کی تاریخ کے حوالے سے مارکس کا یہ تجزیہ بھی نہایت اہم ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ محنت کا معاوضہ (کسان زمیندار کی زمین پر محنت کر کے زائد پیداوار حاصل کرتا ہے) پیداوار یا جنس کی شکل میں ادا شدہ کرایہ بن جاتا ہے (جب کسان اپنی زمین پر زائد پیداوار کی تخلیق کرتا اور یہ "غیر معاشی دباؤ" کی بنا پر زمیندار کے حوالے کر دیتا ہے) اس کے بعد لگانی روپیہ کی شکل میں بدلتا ہے (جنس کی شکل میں لگان جو روپیہ کی شکل اختیار کرتا ہے) اور آخر میں سرمایہ دار کا لگان یا کرایہ جب کسان کے بجائے، زرعی چودھری آجاتا اور کرایہ کے مزدوروں سے زمین پر کاشت کراتا ہے "سرمایہ دارانہ کرایہ" زمین کی اصل کے اس تجزیے کے سلسلے میں چند غائر خیالات (خصوصاً روس جیسے

پسماندہ ملکوں کے تعلق سے) کو سامنے رکھنا چاہیئے جن کا مارکس نے "زراعت میں سرمایہ داری کے ارتقاء" سے متعلق اظہار کیا ہے۔ مزید براں "کرایہ بشکل جنس کی، کرایہ بشکل زر میں تبدیلی نہ صرف ناگزیر طور پر ساتھ ہوتی بلکہ دن میں کام کرنے والے بغیر جائداد مزدوروں کی جماعت جو اپنے آپ کو روپے کے لئے کرایہ پر اٹھاتی ہے اس کی متوقع بھی ہوتی ہے جب یہ بنا، لیکن منتشر طبقہ پیدا ہوتا ہے، تو زیادہ خوش خیال کسانوں میں یہ رواج ترقی پاتا ہے (کرایہ کی ادائیگی کے تحت) کہ اپنے فائدے کے لئے زرعی اجیرتی مزدوروں کا اسی طرح استحصال کیا جائے جس طرح اس جاگیرداری دور میں ہوتا تھا جب زیادہ خوش حال سرف (رعایا) بھی اپنی رعایا سرف (کمیرے۔ غلام۔ SERF) رکھتے تھے۔ اس طرح یہ لوگ تدریجی طور پر دولت کی ایک خاص مقدار حاصل کرتے ہیں اور اس بات کا امکان پیدا ہو جاتا ہے کہ آئندہ خود بھی سرمایہ دار بن جائیں گے۔ اب پرانے خود کاشت مالکان آراضی مستقبل کے سرمایہ دار کرایہ داروں یا لگانداروں کی نشوونما کے لئے ایک نرسری قائم کرتے ہیں جس کی نشوونما دیہات کی حدوں سے باہر، سرمایہ دارانہ پیداوار کی عمومی ترقی سے مشروط ہوتی ہے (سرمایہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۲)۔

زرعی آبادی کے ایک حصے کی زمین سے بے دخلی اور اخراج نے نہ صرف صنعتی سرمائے کے ایک حصے، "مزدوروں" ان کی قوت لایموت کے ذرائع اور سامان محنت کو آزاد کر دیا بلکہ اس نے مقامی بازار بھی پیدا کر دیا (سرمایہ۔ جلد اول صفحہ ۷۷۸)۔

اس کے بدلے دیہی آبادی کا افلاس اور تباہی، "تخلیق سرمایہ کے لئے" مزدوروں کی ایک محفوظ فوج پیدا کرنے میں" حصہ لیتے ہیں۔ اس لئے ہر سرمایہ دار ملک میں زرعی آبادی کا ایک حصہ مسلسل شہری یا صنعتی (غیر زرعی) پرولتاریہ میں بدلتا رہتا ہے۔ اضافی زائد آبادی کا یہ وسیلہ مسلسل متحرک رہتا ہے۔ اس طرح

زرعی مزدور کم سے کم اجرت لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور ہر وقت ان کا ایک پاؤں مفلسی کی دلدل میں گرنے کے لئے اٹھا رہتا ہے (سرمایہ جلد اول صفحہ ۶۶۸)

جس زمین پر کسان کاشت کرتا ہے اس کی شخصی ملکیت، پیداوار کو چھوٹے پیمانے پر تشکیل دیتی ہے اور یہی شرط اس کی سرسبزی اور کلاسیکی حیثیت حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ لیکن چھوٹے پیمانے پر اس طرح کی پیداوار معاشرے اور پیداوار کے کے ابتدائی اور تنگ ڈھانچے کے لئے موزوں ہوتی ہے۔ سرمایہ داری کے تحت کسانوں کا استحصال صنعتی پرولتاریہ کے استحصال سے صرف صورتاً مختلف ہوتا ہے یعنی استحصال کنندہ یعنی سرمایہ دونوں جگہ ایک ہی ہوتا ہے۔ انفرادی سرمایہ دار انفرادی کسانوں کا استحصال رہن اور سود در سود کے ذریعے کرتے ہیں، اور سرمایہ دار طبقہ کسان طبقے کا استحصال سرکاری ٹیکسوں کے ذریعے (فرانس میں طبقہ واری کشمکش) "کسانوں کی چھوٹی ملکیت صرف ایک بہانہ ہے جو سرمایہ داروں کو منافع، سود اور زمین کا لگان حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے، اور اجرت حاصل کرنے کا مسئلہ خود کاشت کرنے والے پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسان اپنی اجرتوں کا ایک حصہ سرمایہ دارانہ معاشرے یا سرمایہ دار طبقے کے حوالے کر دیتا ہے جس کے باعث نام تو شخصی ملکیت کا ہوتا ہے لیکن اسے آئرستانی مفلس لگاندار کسان بن کر رہنا پڑتا ہے (فرانس میں طبقہ واری کشمکش) جن ملکوں میں چھوٹے چھوٹے ذاتی اراضی والے کسان زیادہ ہیں وہاں غلے کی قیمتیں ان ملکوں کے مقابلے میں، جہاں سرمایہ دارانہ طریقے سے پیداوار حاصل کی جاتی ہے، کم ہونے کا کیا یہ بھی ایک سبب ہے؟ (سرمایہ جلد سوم صفحہ ۳۴۰)۔ بات یہ ہے کہ کسان معاشرے کو (سرمایہ دار طبقہ کو) اپنی زائد پیداوار کا ایک حصہ مفت دیتا ہے جس کا مساوی بدل نہیں ملتا۔ (اجناس اور دوسری زرعی پیداواروں کی) کم تر قیمت بھی کسانوں کی غربت کا نتیجہ ہوتی ہے

اور کسی طرح بھی ان کی محنت کی زرخیزی کے سبب سے نہیں ہوتی۔ (سرمایہ جلد سوم صفحہ ۳۴۰) چھوٹے پیمانے پر پیداوار زمین کی چھوٹی ملکیت کے نظام پر مبنی ہوتی ہے لیکن یہ نظام، سرمایہ داری کے تحت جلد ہی خراب ہوتا اور آخرکار ختم ہوجاتا ہے "چھوٹے کسانوں" کی جائداد میں نظرتاً محنت کی سماجی پیداآور قوت، یعنی محنت کی سماجی، شکلیں مثلاً سرمایوں کا سماجی اجتماع، بڑے پیمانے پر مویشیوں کی پرورش اور سائنس کا ترقی پسندانہ استعمال، باقی نہیں رہتا ۔۔۔ سود خوری اور محصول عائد کرنے کی مختلف شکلیں کسان کو کھوکا مار دیتی ہیں۔ زمین کی قیمت پر جو سرمایہ لگایا جاتا ہے وہ اس سرمایہ کو زراعت سے علیحدہ کردیتا ہے۔ ذرائع پیداوار کا بے انتہا اسراف اور اس کے ساتھ غلہ پیدا کرنے والوں کی علیحدگی بھی عمل میں آتی ہے۔" امداد باہمی کی انجمنیں یعنی چھوٹے کسانوں کی انجمنیں انتہائی ترقی پسندانہ حیثیت اختیار رکھنے کے باوجود اس رجحان کو کمزور کرتی ہیں لیکن ختم نہیں کرتیں۔ اس بات کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ ان امداد باہمی کی انجمنوں سے زیادہ تر فائدہ خوش حال کسانوں کو پہنچتا ہے اور بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر فائدہ غریب کسانوں کو۔ اس کے بعد یہ انجمنیں خود کسانوں کا استحصال شروع کردیتی ہیں)اس کے علاوہ انسانی توانائی بہت زیادہ ضائع ہوتی ہے۔ اگر کسانوں کے پاس چھوٹی ملکیتیں ہوں تو لازمی طور پر پیداواری کیفیت میں تدریجی ابتری اور زوال آتا ہے اور ذرائع پیداوار کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔" صنعت کی طرح زراعت میں بھی سرمایہ داریت پیداوار کے عمل کو بدل دیتی ہے لیکن "پیدا کرنے والے کو شہید کرکے"۔ دیہاتی مزدوروں کے وسیع علاقے میں پھیل جانے سے ان کی قوت مقاومت ٹوٹ جاتی ہے۔ برخلاف اس کے ان کے مجتمع یا مرتکز ہونے کی صورت میں قصباتی انجمن ہائے امداد باہمی کی قوت

میں اضافہ ہوتا ہے۔ شہری صنعتوں کے مانند موجودہ زراعت میں بھی پیداآوری اور محنت کی مقدار میں اضافے سے بربادی ہوتی اور محنت کی قوت میں گھن لگ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں سرمایہ دارانہ نظام کی جملہ ترقی نہ صرف مزدور کو لوٹنے کے فن پر مبنی ہوتی ہے بلکہ زمین کو کنگال کرنے پر بھی .... اگرچہ سرمایہ دارانہ پیداوار سے ٹکنالوجی کو ترقی ہوتی ہے اور مختلف طریقے ایک اجتماعی شکل اختیار کرتے ہیں لیکن اس طرح کہ دولت کے تمام اصل وسائل — یعنی زمین اور محنت کی جان نکال لی جاتی ہے۔ (سرمایہ جلد اول آخر باب ۱۳)

Aseem Library
RAJANA.

سوشلزم

اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مارکس یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام کی سوشلسٹ نظام میں مکمل طور پر تبدیلی ناگزیر ہے۔ کیونکہ معاصر معاشرے کا معاشی قانون اس کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس وقت محنت کی اشتراکی شکل ہزاروں مختلف حالتوں میں ظہور پذیر ہو رہی ہے اور اس نے گزشتہ نصف صدی میں اپنے مظاہرے کئے ہیں۔ چنانچہ مارکس کی وفات کے بعد بڑے پیمانے پر پیداوار سرمایہ دارانہ کارٹل سنڈیکیٹ وقف اور مالی سرمایہ کی وسعت اور زبردست قوت آنے والی سوشلزم کی مادی بنیادیں ہیں کیونکہ ان کے باعث سوشلزم کا آنا بالکل ناگزیر اور یقینی ہو گیا ہے۔

اس تبدیلی کو مادی طور پر روبہ عمل لانے والی ذہنی اور اخلاقی قوت، پرولتاریہ ہے جس کی تربیت خود سرمایہ داری کرتی ہے۔ پرولتاریہ کی بورژوا طبقہ (سرمایہ دار) کے خلاف کشمکش، جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے؛ آخر کار سیاسی کشمکش میں بدل جاتی ہے جس کی منزل سیاسی اقتدار کا حصول ہوتا ہے (پرولتاریہ کی آمریت)

پیداوار کے اشتراکیانے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ وسائل پیداوار، معاشرے کی ملکیت ہو جائیں گے اور بیدخلیاں کرنے والے خود بے دخل ہو جائیں گے۔" اس تبدیلی کا راست نتیجہ یہ ہوگا کہ محنت کی پیداوار بہت زیادہ بڑھ جائے گی، کام کے اوقات میں کمی ہوگی اور چھوٹے پیمانے پر، ابتدائی اور غیر منظم باقیات کے اجتماعی اور اصلاح یافتہ شکل میں کام کیا جائے گا۔ سرمایہ داری آخرکار زراعت اور صنعت کے رشتہ کو توڑ دیتی ہے لیکن ساتھ ہی، اس کی انتہائی ترقی یافتہ شکل میں، صنعت و زراعت میں تعلق کے لئے، نئے رشتے تیار کرتی ہے جس میں، اشتراکی محنت کے ساتھ سائنس کا شعوری استعمال ہوتا ہے اور انسانی آبادی کی از سر نو تقسیم ہوتی ہے (ایک ہی وقت میں دیہاتی فاصلوں کو بھی کم کیا جاتا ہے اور علیحدگی، جہالت اور بڑے شہروں میں بڑے آبادیوں کے غیر فطری اجتماعات کو بھی) جدید سرمایہ داری کی اعلیٰ ترین شکل میں خاندان کی ایک نئی شکل ظہور پذیر ہوتی ہے۔ عورتوں کی سماجی حیثیت بدل جاتی ہے۔ بچوں کی پرورش نئے طریقوں سے ہوتی ہے۔ سرمایہ داری کے تحت عورتوں اور بچوں کی محنت کشی اور سرقبیلی نظام کی شکست نے ناگزیر طور پہ جدید سماج میں انتہائی تباہ کن، خوفناک اور نفرت انگیز حالتیں پیدا کردی ہیں۔ بہرحال "جدید صنعت، پیداوار کے معاملے میں، گھر کے باہر، عورتوں، نوجوانوں اور دونوں جنسوں کے بچوں کو، ایک اہم حصہ دیتی ہے۔ اس طرح خاندان اور ہر دو جنس کے درمیان ایک اعلیٰ تر مقام پیدا کرتی ہے۔ لیکن بہرحال قدیم تیوتانی[1] مسیحی خاندان کی شکل کو مطلق اور آخری شکل قرار دینا اسی طرح ایک لغو اور

---

[1] تیوتانی TEUTONIC

بہل تصور ہے جس طرح رومی، یونانی اور مشرقی شکلوں کو۔ البتہ ان سے مجموعی طور
ریخی ترقی کا ایک سلسلہ بنتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی ظاہر ہے کہ چونکہ کام کرنے والے
زدہ دونوں جنسوں اور عمروں کے افراد کا مجموعہ ہوتے ہیں اس لئے مناسب حالات
یں ہمدردانہ ترقی کا ایک ذریعہ بن جاتے ہیں، اگرچہ اپنی اچانک ترقی یافتہ، وحشیانہ
سرمایہ دارانہ شکل میں، جہاں محنت صرف عمل پیداوار کے لئے ہوتی ہے اور
عمل پیداوار مزدور کے لئے نہیں ہوتا، یہی بات بداخلاقی اور غلامی کا اخلاق سوز،
سبب بن جاتی ہے۔ (سرمایہ جلد اول آخر باب ۱۳) "کارخانہ داری نظام میں مستقبل
کی تعلیم کا جرثومہ ملتا ہے۔ یہ ایسی تعلیم ہے جو ایک خاص عمر کے بچے کے معاملے
میں، پیداآور محنت کو ورزش اور تدریس سے ملاتی ہے۔ یہ پیداوار میں مہارت
بڑھانے کا ایک ذریعہ ہی نہیں بلکہ پوری طرح نشو ونما پائے ہوئے انسانوں کو
تیار کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔"

مارکسی سوشلزم، قومیت اور مملکت کے مسئلہ کو ایک ہی تاریخی سطح
پر رکھتی ہے، صرف ماضی کی تشریح کے معاملے ہی میں نہیں بلکہ مستقبل کے بارے میں
بھی جرأت مندانہ پیشن قیاسی اور اس کے حصول کی خاطر عملی طریقہ کار کی بیباک
رہنمائی بھی کرتی ہے۔ سماجی ترقی کے سرمایہ دارانہ دور میں ناگزیر طور پر قومیں بنتی
ہیں۔ اس میں محنت کش طبقہ نہ طاقتور ہو سکا اور نہ اسے بلوغ حاصل ہو سکا۔
وہ "قومی" بنے بغیر اپنے آپ کو "قوم کے اندر متشکل بھی نہ کر سکا"۔ ("اگرچہ
اس لفظ کے بورژوا معنی میں نہیں") لیکن سرمایہ داری کی ترقی زیادہ سے زیادہ
قومی بندھنوں کو توڑتی ہے، قومی علیحدگی ختم کرتی اور قومی مخالفتوں کے بجائے
طبقہ واری مخالفتوں کو جنم دیتی ہے۔ اس لئے یہ بالکل صحیح ہے کہ ترقی یافتہ
سرمایہ دارانہ ملکوں "مزدور کا ملک نہیں ہوتا" اور مزدوروں کا "متحدہ عمل"

کم سے کم مہذب ملکوں میں "پرولتاریہ کی آزادی کے لئے بنیادی شرائط میں سے ایک ہے" (کمیونسٹ منشور)۔ مملکت ایک منظم جبر ہے، جو سماج کے ارتقاء میں ایک خاص درجے پر ظہور پذیر ہوئی، جب سماج متخالف طبقات میں منقسم ہو گیا اور ایک ایسے "حاکم" کے بغیر باقی نہ رہ سکتا تھا جو سماج سے بلند بھی ہو اور ایک حد تک اس سے علیحٰدہ بھی۔ طبقاتی تضادات سے پیدا ہو کر . . . انتہائی طاقتور اور معاشی طور پر حاوی طبقہ، ریاست کے ذریعے سیاسی طور پر بھی حاوی طبقہ ہو جاتا ہے اور اس طرح مجبور اور کمزور طبقات کو دبانے اور ان کا استحصال کرنے کے نئے ذریعے حاصل کر لیتا ہے۔ اس اعتبار سے قدیم زمانے کی ریاست، غلاموں کے مالکوں کی ریاست تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ غلاموں پر قبضہ رکھا جا سکے۔ جاگیرداری ریاست امراء کے لئے تھی تاکہ وہ کسانوں، سرفوں (کمیروں) اور حلقہ بگوشوں کو قابو میں رکھ سکیں اور موجودہ نمائندہ ریاست ایک آلہ ہے سرمایے کے ذریعے اجرتی مزدوروں کے استحصال کا۔ (اینگلز) 'خاندان جائداد اور مملکت' جس میں مصنف نے اپنے اور مارکس کے خیالات پیش کئے۔)۔ سرمایہ دارانہ مملکت کی انتہائی ترقی یافتہ اور آزاد شکل یعنی عوامی جمہوریت میں بھی، اس حقیقت کا خاتمہ نہیں کیا جا سکا البتہ اس کی شکل بدل دی گئی ہے (حکومت اور صرافہ بازار کا تعلق، رشوت خوری۔ راست یا بالواسطہ، افسروں اور صحافت وغیرہ میں)۔ اس لئے سوشلزم، طبقات کا خاتمہ کر کے، مملکت کے خاتمے کی طرف رہنمائی کرے گی۔ اینگلز نے لکھا ہے کہ "پہلا کام جس میں مملکت مجموعی طور پر سماج کی نمائندگی کرتی ہے۔ سماج کے نام پر ذرائع پیداوار کو اپنے اختیار میں لینا ہے۔ اس وقت مملکت کی حیثیت سے یہ فعل اس کا آخری کام ہوتا ہے۔ مملکت کے اقتدار یا اختیارات کی سماجی تعلقات میں مداخلت ایک کے

بعد دوسرے حلقے میں بے ضرورت ہوتی رہتی اور آخرکار خود بخود ختم ہو جاتی ہے۔ اشخاص کی حکومت کے بجائے اشیاء کا انتظام کیا جاتا اور پیداواری عمل کی رہنمائی ہوتی ہے مملکت کو ختم نہیں کیا جاتا بلکہ وہ خود مرجھا کر خشک ہو جاتی ہے۔" وہ سماج جو آزاد اور مساوی درجہ رکھنے کی بنیاد پر پیداوار کی تنظیم کرتا ہے، آخرکار مملکت کی مشنری کو اس مقام پر لے جا کر رکھ دیگا جہاں اسے رہنا چاہیے۔ یعنی آثار خانے یا موزیم میں جہاں پرانی چیزیں رکھی جاتی ہیں مثلاً چرخہ اور کانسے کی بنی ہوئی کلہاڑیاں وغیرہ"۔ (اینگلز۔ خاندان، جائداد اور مملکت)

آخر میں، ان چھوٹے کسانوں سے متعلق، مارکسی سوشلزم کا رویہ سمجھنے کے لئے، جو بیدخلیاں کرنے والوں کی بے دخلی کے دور میں باقی رہیں گے، ہمیں اینگلز کے اس اعلان کو دیکھنا چاہیئے جس میں مارکس کے خیالات پیش کئے گئے ہیں "مملکت کے اختیارات ہمارے قبضے میں آنے پر ہم چھوٹے کسانوں کی بیدخلی کا خیال بھی رکھیں گے (بامعاوضہ ہو یا بلا معاوضہ) حالانکہ بڑے زمینداروں کے معاملے صورت ہی دوسری ہو گی۔

چھوٹے کسانوں کے مسئلہ میں سب سے پہلے تو ہمارا کام یہ ہوگا کہ شخصی کاروبار اور شخصی ملکیت کو امداد باہمی کی شکل میں بدل دیں۔ زبردستی نہیں بلکہ مثالیں پیش کرکے اور اس مقصد کے لئے سماجی امداد کے ذریعہ۔ اس کے بعد ہمارے پاس چھوٹے کسانوں کے سامنے پیش کرنے کیلئے ان کے فائدے کی ایسی بہت سی دوسری شکلیں ہونگی جو اس وقت ان کے سامنے موجود ہیں۔ (اینگلز: جرمنی اور فرانس میں کسانوں کا مسئلہ)

پرولتاریہ کی طبقہ داری کشمکش ۴۵-۱۸۴۴ میں مارکس نے ابتدائی دور کے فلسفۂ مادیت کا مطالعہ کرتے ہوئے اس کا ایک نقص یہ بھی دیکھا تھا کہ اس میں نہ تو عملی انقلابی عمل کی اہمیت کا اندازہ کرنے کی صلاحیت ہے اور نہ حالات کو سمجھنے کی۔ وہ اپنے نظریاتی کام کیساتھ ساتھ زندگی بھر پرولتاریہ کی طبقاتی کشمکش کی شاطرانہ چالوں پر غور کرتا رہا۔ چنانچہ اس مسئلہ سے متعلق مارکس کی جملہ تحریروں اور خصوصاً اینگلز کے نام خطوط کی ان چار جلدوں میں کثیر مواد موجود ہے

جو ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی تھیں۔ یہ مواد ابھی تک پوری طرح نہ ترتیب دیا گیا ہے، نہ اسکی تہذیب کی گئی ہے، نہ اس کا پوری طرح مطالعہ کیا گیا ہے اور نہ اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی گئی ہے۔ اس لئے ہم اس موقع پر نہایت مجمل اور سرسری اشارے دیں گے اور یہ بتائیں گے کہ مارکس نے اس امر پر زور دیا ہے کہ مادیت اس رخ کے بغیر یک طرفہ، بے مقصد اور بے روح ہے۔ اس نے مادی جدلیاتی تصور کے جملہ دعووں کی صحیح مطابقت میں پرولتاری تدبیروں کے بنیادی کام کی تشریح کی ہے۔

کسی مخصوص سوسائٹی کے جملہ طبقات میں بلا استثنا، مجموعی باہمی تعلقات کی معروضی اہمیت، اور نتیجتاً کسی سوسائٹی کی ترقی کے ایک معروضی درجہ پر غور اور اس کے اور دوسرے سماجوں کے باہمی تعلقات کسی ترقی یافتہ طبقے کے صحیح توڑ جوڑ کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ نیز جملہ طبقے اور ملک، عددی طور پر نہیں بلکہ حرفی طور پر دیکھے جاتے ہیں (اس کے جملہ قوانین ہر طبقے کے معاشی حالات کے مطابق طے کئے جاتے ہیں) حرکت کو نہ صرف ماضی کے نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے بلکہ مستقبل کے نقطۂ نظر سے بھی۔ اسے "ارتقاء پسندوں" کے عامیانہ تصور سے نہیں، جو صرف آہستہ تبدیلیوں کو دیکھتے ہیں لیکن جدلی طور پر "ایسی عظیم ترقی کے معاملے میں بیس سال کی مدت ایک روز سے زیادہ نہیں ہوتی۔" مارکس نے اینگلز کو لکھا تھا کہ اگرچہ بعد میں ایسے دن آسکتے ہیں جب بیس سال مرتکز ہو جائیں۔"

ترقی کے ہر درجے پر، ہر لمحے، پرولتاری چالوں میں انسانی تاریخ کی اس معروضی، ناگزیر جدلیت کا خیال رکھنا چاہیئے یعنی ایک طرف سیاسی جمود کے ادوار یا "پرامن" سست رو ترقی کے زمانے کو کام میں لایا جائے تاکہ طبقاتی شعور پیدا کیا جائے، قوت حاصل کی جائے اور ترقی یافتہ طبقے کی مقاومتی صلاحیت اور قوت میں اضافہ کیا جائے اور دوسری طرف اس طبقے کی تمام کوششوں کو "آخری مقصد" کی طرف لایا جائے اور اس میں عملی طور پر بڑے بڑے کام انجام دینے کی صلاحیت اس زمانے کیلئے پیدا کی جائے جب "بیس سال سمٹ جائیں"۔ اس سلسلے میں مارکس کی دو دلیلیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ ان میں سے ایک "فلسفے کا افلاس" میں ہے اور اس کا تعلق پرولتاریہ کی معاشی کشمکش اور تنظیم سے ہے۔ دوسری کمیونسٹ منشور میں ہے۔ اس کا تعلق پرولتاریہ کے سیاسی کام سے ہے۔ اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ "بڑے پیمانے پر صنعت

سے ایک مقام پر ایسے لوگوں کی ایک کثیر تعداد جمع ہو جاتی ہے جو ایک دوسرے سے ناواقف ہوتے ہیں۔ مسابقت کے باعث ان کے مفادات علیحدہ ہوتے ہیں لیکن اجرتوں کو برقرار رکھنا ان کے مشترک مفاد میں ہوتا ہے اور یہی چیز انہیں اپنے "سیٹھ" کے مقابلے میں متحد رکھتی اور ان کے دلوں میں متحدہ مقاومت کا خیال پیدا کرتی ہے۔ پہلے تو یہ اتحاد منتشر شکل میں ہوتا ہے۔ پھر جتھے بنتے ہیں اور پھر سرمایہ کے مقابلے میں، جو ہمیشہ متحد رہتا ہے، اجرتوں کے مقابلے میں انجمن سازی زیادہ ضروری ہو جاتی ہے۔ اس کشمکش میں جو خانہ جنگی کے مانند ہوتی ہے، محنت کش متفق ہوتے اور آنے والی لڑائی میں جملہ عناصر متحد ہو جاتے ہیں۔ اس مقام پر پہنچتے ہی انجمن ایک سیاسی شکل حاصل کر لیتی ہے"۔ یہاں ہمارے سامنے معاشی کشمکش اور ٹریڈ یونین تحریک کا پروگرام اور طریقہ کار ہے جس میں کئی دہے[10] صرف ہوتے ہیں کیونکہ اس تمام مدت میں "آنیوالی جنگ" کیلئے پرولتاریہ اپنی ساری قوت جمع کرتی رہتی ہے

اس کیساتھ ساتھ مارکس اور اینگلز کی برطانوی مزدور تحریک سے جمع کی ہوئی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ صنعتی "خوش حالی" کس طرح "محنت کشوں" کو خریدنے کی کوششوں کا باعث ہوتی ہے؟ انہیں کشمکش کے راستے سے کیونکر ہٹاتی ہے؟ یہ خوشحالی عام طور سے مزدوروں کو کس طرح پست ہمت اور بددل کرتی ہے؟ (سرمایہ جلد دوم صفحہ ۲۱۸)۔ برطانوی پرولتاریہ میں کس طرح "سیٹھیت" پیدا ہو جاتی ہے ۔ جملہ اقوام میں سب سے زیادہ اس بورژوا قوم (انگریز) کا آخری مقصد اور منزل یہ معلوم ہوتا ہے کہ بورژوا امارت، بورژوا پرولتاریت، اور سرمایہ داریت کی منزل تک کس طرح پہنچا جا سکے۔ (جلد دوم صفحہ ۲۹۰)! اس کی انقلابی توانائی کس طرح قطرہ قطرہ ختم ہوتی ہے (جلد سوم صفحہ ۱۲۴) سوال یہ ہے کہ کم یا زیادہ عرصہ تک انتظار کرنا کیوں ضروری ہوگا، قبل اس کے کہ انگریز مزدور اپنی ظاہری بورژوا آلودگی سے نجات حاصل کر لیں (جلد سوم صفحہ ۱۲۷) برطانوی مزدور تحریک میں چارٹسٹوں کا جذبہ کیوں نہیں؟ (۱۸۶۶ء! جلد سوم صفحہ ۳۰۵)۔ برطانوی مزدور تحریک کے رہنما کس طرح ایک ایسا ٹائپ بن رہے ہیں جو "انقلابی بورژوا اور مزدور کے درمیان ہو"۔ برطانوی اجارہ داری کے باعث اور جب تک یہ اجارہ داری باقی رہتی ہے، برطانوی مزدور اپنے مقام سے کسی طرح نہیں ہٹے گا"۔ (جلد چہارم صفحہ ۴۳۳)۔ یہاں مزدور تحریک کے

عام طریق (اور نتیجہ) کے تعلق سے معاشی کشمکش کے مصافیاتی جوڑ توڑ پر نہایت وسیع، جامع، جدلیاتی اور حقیقی انقلابی نقطۂ نظر سے غور کیا گیا ہے۔

کمیونسٹ مینی فسٹو (منشور) نے سیاسی کشمکش کے جوڑ توڑ پر بنیادی مارکسی اصول پیش کئے ہیں۔ "کمیونسٹ فوری مقاصد حاصل کرنے کیلئے لڑتے ہیں تاکہ مزدور طبقے کے وقتی مفادات نافذ ہو جائیں لیکن موجودہ تحریک میں وہ اس تحریک کے مستقبل کا بھی خیال رکھتے ہیں" یہی وجہ تھی کہ ۱۸۴۸ء میں مارکس نے پولینڈ میں "زرعی انقلاب لانے والی جماعت کی حمایت کی تھی۔ یہ وہی پارٹی تھی جس نے ۱۸۴۶ء میں کراکاؤ کی بغاوت بھڑکائی تھی۔ ۱۸۴۸ء اور ۱۸۴۹ء میں مارکس نے جرمنی میں انتہا پسند انقلابی جمہوریت کی حمایت کی تھی اور بعد میں اس نے سیاسی چالوں کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ جرمن بورژوازی کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ ایک ایسا عنصر ہے جس کا "شروع ہی سے عوام کو دھوکا دینے کی طرف جھکاؤ تھا" (صرف کسانوں سے اتحاد کی بنا پر بورژوازی سے اس کے کام پورے کرائے جا سکتے تھے) اور وہ پرانے سماج کے مسلّمہ نمائندوں سے مصالحت کر سکتا تھا۔ یہ بورژوا۔ جمہوری انقلاب کے دور میں جرمن بورژوازی کی طبقاتی حیثیت کے مارکسی تجزیے کا خلاصہ ہے۔ یہ تجزیہ اتفاقی طور پر اس مادیت کی مثال ہے جو سماج کا متحرک حالت میں مطالعہ کرتی ہے نہ کہ حرکت کے اس رخ سے جو پیچھے کی طرف ہو "اپنے آپ پر اعتماد کے بغیر، عوام پر اعتماد کے بغیر اوپر والوں کی شکایت کرتے ہوئے، نیچے والوں کے سامنے کانپتے ہوئے .... دنیا کے طوفان سے ڈرتے ہوئے کسی قسم کی توانائی کے بغیر .... ہر معاملے میں سرقہ .... پیش قدمی کے بغیر .... ایک مردود بوڑھے کے مانند جسے یہ نظر آتا ہو کہ اس کی قسمت میں یہی لکھا ہے کہ وہ ایک صحت مند اور تنومند قوم کے ابتدائی شبابی ہیجانی جذبات کو اپنے بوڑھے مفادات میں جھکا سکتا اور ان سے کام لے سکتا ہے...."

تقریباً بیس سال بعد اینگلز کے نام ایک خط میں مارکس نے لکھا کہ ۱۸۴۸ء کے انقلاب میں ناکامی کا سبب یہ تھا کہ بورژوازی نے آزادی کیلئے جنگ کی توقع پر غلامی کیساتھ امن کو ترجیح دی تھی۔ جب ۱۸۴۸-۴۹ میں انقلابی دور ختم ہوا تو مارکس نے انقلاب کے نام سے کھیلنے کی ہر کوشش کی مخالفت کی اور نئے طریقے سے کام کرنے کی صلاحیت پر زور دیا جس میں بظاہر "امن پسند" طور پر ایک نئے انقلاب کی تیاری کی جا رہی تھی۔

مارکس جس جذبے کے تحت کام ہوتے دیکھنا چاہتا تھا اس کا اندازہ جرمنی کے ۱۸۵۶ء کے حالات پر اس کی قیاس آرائی سے ہوتا ہے۔ یہ انقلاب کا تاریک ترین دور تھا چنانچہ اس نے لکھا تھا کہ "جرمنی میں کامیابی کا انحصار اس امکان پر ہوگا کہ پرولتاری انقلاب کی حمایت کسانوں کی ایک اور جنگ کے ذریعہ کی جائے۔ جب تک جرمنی میں جمہوری بورژوا انقلاب ختم نہیں ہوا، مارکس نے اپنی پوری توجہ سوشلسٹ پرولتاری طریقوں پر رکھی جن سے کسانوں کی جمہوری توانائی کو ترقی دی جاسکے۔ اس نے کہا کہ لاسال[1] کا رویہ "معروضی طور پر مزدوروں کی پوری تحریک کو دھوکے سے پرشیا[2] کے حوالے کر دینا تھا۔" کیونکہ ضمنی طور پر لاسال نے جنکروں[3] اور پرشیائی قوم پرستوں کے افعال کی طرف سے چشم پوشی اختیار کی تھی۔ اینگلز نے ۱۸۶۵ء میں مارکس سے تبادلۂ خیالات کرتے ہوئے اخبارات کو ایک مشترک بیان دینے سے پہلے لکھا کہ "ایک ملک میں جہاں کسانوں کی آبادی بہت زیادہ ہو یہ ایک بزدلانہ فعل ہے کہ صنعتی پرولتاریہ کے نام پر صرف بورژوا طبقے پر حملہ کیا جائے اور بڑے جاگیردار امرا کے بارے میں ایک لفظ بھی نہ کہا جائے جن کے ہاتھوں، کوڑوں کے ذریعہ، دیہی پرولتاریہ کی لوٹ کھسوٹ ہوتی رہتی ہے۔ (سرمایہ جلد سوم صفحہ ۲۱۷)

۱۸۶۴ء سے ۱۸۷۰ء تک جب جرمنی میں بورژوا۔ جمہوری انقلاب کا دور ختم ہو رہا تھا، پرشیا اور آسٹریا کے استحصالی طبقات کے اس انقلاب کو کسی نہ کسی طریقے سے اوپر سے مکمل کرنے کا دور ختم ہو رہا تھا، مارکس نے نہ صرف لاسال کی مذمت کی جو بسمارک سے نخرے بازیاں کر رہا تھا بلکہ لائب نخ کی غلطیوں کی اصلاح بھی کی۔ اس نے مطالبہ کیا کہ ایسے انقلابی طریقے پوری شدت سے اختیار کئے جائیں جن سے بسمارک اور اسٹروفیلس، دونوں کا مقابلہ کیا جاسکے لیکن یہ طریقے "فاتح" پرشیائی جنکر کے مقابلے میں موزوں نہ ہوں گے لیکن ان کے ذریعہ فوراً ہی اس کے خلاف انقلابی کشمکش شروع ہو جائیگی اور یہ بھی پرشیائی فوجی فتوحات کی بنا پر ہوگی۔

۹ ستمبر ۱۸۷۰ء کو انٹرنیشنل میں اپنی مشہور تقریر کرتے ہوئے مارکس نے فرانس کی پرولتاریہ کو بے وقت شورش کرنے سے متنبہ کیا لیکن جب شورش ہو ہی گئی (۱۸۷۱ء) تو مارکس نے

---

[1] لاسال LASSALLE [2] پرشیا PRUSSIA [3] جنکروں JUNKERS

انقلابی تحریک شروع کرنے والوں کو خوش آمدید کہا جو "آسمان پر حملہ کر رہے تھے"۔ ان حالات میں، انقلابی کارروائی کی شکست، دوسرے حالات کے مانند، مارکس کی جدلی مادیت کے نقطۂ نظر سے، کم تر خرابی اور پرولتاری کشمکش کا نتیجہ تھی۔ کیونکہ اس کے مقابلے میں وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس مورچے کو چھوڑ دیا جائے جس پر پہلے ہی قبضہ کیا جا چکا ہو یا اسے جنگ کے بغیر دشمن کے حوالے کر دیا جائے کیونکہ اس طرح سپر ڈالنے سے پرولتاریہ میں بددلی پیدا ہو جاتی اور اس کی لڑنے کی صلاحیت میں کھوکھلا پن آ جاتا۔ مارکس نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ایسے زمانوں میں جب سیاسی جمود طاری اور بورژوا قانونیت حاوی ہو، قانونی طریقے اختیار کرنا مناسب ہے چنانچہ ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۸ء میں اس نے مخالف سوشلسٹ قانون بنائے جانے پر موسٹ کی "انقلابی لفاظی" پر شدید مذمت کی لیکن ساتھ ہی اگر زیادہ نہیں تو اتنی ہی سختی سے موقع پرستی کو بھی برا کہا جو وقتی طور پر سرکاری سوشل ڈیموکریٹک پارٹی پر حاوی ہو گئی تھی اور جس نے فوراً ہی، ارادے کی پختگی اٹل انقلابی جذبے اور مخالف سوشلسٹ قانون کے مقابلے میں، غیر قانونی کشمکش کا راستہ اختیار نہیں کیا تھا۔

Aseem Library
RAJANA.